سیرت
سیدنا امام حسین
رضی اللہ عنہ
نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء
امام ابنِ کثیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اہتمام اشاعت

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

2006

ناشر : نوری کتب خانہ، لاہور

طابع : موڑ وے پرنٹرز، لاہور

قیمت 120 روپے

تقسیم کار

نوری کتب خانہ

معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور

فون: 042-6366385

نوری [illegible]

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

فون: [illegible]

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

علامہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالم اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے خصوصاً تفسیر، حدیث اور تاریخ کے میدان میں ممتاز مقام حاصل کیا اور خاصی شہرت پائی۔ آپ کا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے۔ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن ذرع الدمشقی الشافعی۔ آپ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی حصلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے سال ولادت کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ''ذیل طبقات الحفاظ'' میں علامہ الحسینی نے لکھا ہے کہ آپ ۷۰۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے ''الدرر الکامنۃ'' میں آپ کے سن پیدائش کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۷۰۰ ہجری میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد ہوئی جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ذیل تذکرۃ الحفاظ'' میں سال ولادت ۷۰۰ ہجری درج کیا ہے۔ آپ شام کے شہر بصرہ کی ایک مضافاتی بستی مجیدل میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد یہاں مسند خطابت پر فائز تھے۔ ابھی آپ تین چار سال کی عمر کے کمسن بچے تھے کہ باپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور انہیں یتیمی کا داغ اٹھانا پڑا۔ اب بڑے بھائی نے اپنے زیر سایہ آپ کی تربیت کی اور آپ نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ ۷۰۷ ہجری میں اپنے بھائی کے ساتھ دمشق منتقل ہو گئے۔ علامہ ابن کثیر نے بذات خود اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید برآں انہوں نے اپنے والد اور خاندان کے متعلق بھی گفتگو کی

ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔
دمشق میں آپ نے بہت سے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ متعدد اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور متون حفظ کرتے رہے۔ داودی طبقات المفسرین میں لکھتے ہیں:

"وسمع الکثیر، واقبل علی حفظ المتون، و معرفۃ الاسانید والعلل والرجال و التاریخ حتی برع فی ذلک و ھو شاب"

عنفوان شباب میں ہی آپ نیفقہ میں شیخ ابواسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ اور اصول فقہ میں علامہ ابن حاجب کی مختصر کو زبانی یاد کر لیا۔ اصول کی کتابیں آپ نے علامہ شمس الدین اصفہانی شارح مختصر ابن حاجب سے پڑھیں۔ فن حدیث کی تکمیل کیلئے آپ نے زمانہ کے مشہور اساتذۂ فن کی طرف رجوع کیا۔ جن میں نمایاں نام یہ ہیں: "عیسٰی بن مطعم، قاسم بن عساکر، محمد بن زراد، ابن الرضی، ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ مزی اور ابن سویدی۔"

آپ نے سب سے زیادہ حافظ ابوالحجاج مزی مصنف تہذیب الکمال سے استفادہ کیا۔ خصوصی تعلق کے سبب انہوں نے اپنی صاحبزادی آپ کی زوجیت میں دے دی۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے ساتھ علامہ ابن کثیر کو خصوصی شغف اور محبت تھی اور وہ ان کے عقائد و نظریات سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اسی تعلق خاطر کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے مسائل میں اپنے استاد کی مکمل تائید کی جن میں وہ جمہور سلف سے بالکل الگ تھلگ اور منفرد نظر آتے ہیں بلکہ آپ اپنے استاد کے دفاع میں باقاعدہ جھگڑا کیا کرتے تھے۔ مسئلہ طلاق کے معاملہ میں تو انہیں اذیت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

علمی مقام و مرتبہ:

علامہ موصوف کو تفسیر، حدیث فقہ، تاریخ اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔ حافظ حسینی "ذیل تذکرۃ الحافظ" میں لکھتے ہیں:

"وافتی و در، و ناظر و برع فی الفقه و التفسیر و النحو وامعن النظر فی الرجال و العلل"

ترجمہ: "وہ مفتی، مدرس، مناظر، فقہ، تفسیر اور نحو کے ماہر اور رجال وعلل حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔" امام ذہبی المجم المختص میں تحریر کرتے ہیں:

"هو فقيه متقن، و محدث محقق، مفسر د نقاد

۞ حافظ شہاب الدین بن حجی کہتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر متون احادیث کے بہت بڑے حافظ اور تخریج ورجال احادیث اور صحیح وسقیم روایات کے عارف تھے۔ ان کے معاصرین اور شیوخ ان کی فضیلت علمی کے معترف ہیں۔ فقہ و تاریخ میں انہیں بہت کچھ یاد تھا ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ عربیت میں کمال مہارت حاصل تھی اور شعر بھی کہتے تھے۔ میں اکثر ان کے پاس حاضر ہوتا رہتا تھا، جب بھی حاضر ہوئی، استفادہ کیا۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی پوری زندگی درج افتاء اور تصنیف وتالیف میں گزاری۔ آپ بہت خوش مزاج اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ ان تمام مشاغل کے باوجود ذکر الٰہی سے بالکل غافل نہ تھے بلکہ بہت سا وقت ذکر وفکر میں صرف کیا کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں بینائی جاتی رہی اور ۲۶ شعبان ۷۷۴ ہجری کو اس دارفانی سے عالم بقا کی طرف انتقال کر گئے اور اپنے محبوب استاد ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

تصانیف:

علامہ ابن کثیر نے علوم قرآن، حدیث توحید، فقہ، سیرت، تراجم اور تاریخ میں گرانقدر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

اور یہ کتاب "سیرت امام حسین رضی اللہ عنہ" آپکی کتاب البدایہ والنہایہ کا وہ باب ہے جس میں علامہ ابن کثیرؒ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات اور واقعہ کربلا کو ذکر کیا ہے۔

..........☆☆☆..........

محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نسب:

آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ابوعبداللہ القرشی الہاشمی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

کربلا میں شہید ہونے والے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور دنیا میں آپ کا پھولوں کا گلدستہ ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد پیدا ہوئے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔

اور بعض کا قول ہے کہ دونوں بھائیوں کے درمیان ایک طہر اور مدت حمل کا فرق ہے۔ آپ ۵ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہوئے اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چھٹے سال کے پانچویں مہینے کی ۱۵ تاریخ کو پیدا ہوئے اور محرم ۶۱ ہجری کے دسویں دن بروز جمعۃ المبارک شہید ہوئے اور آپ کی عمر ۵۴ سال ساڑھے چھ ماہ تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ کا گھٹی دینا اور نام کا انتخاب:

حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور ان کیلئے دعا کی اور آپ کا نام حسین رکھا اور اس سے پہلے آپ کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حرب رکھا تھا۔

جعفر بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ساتویں روز ان کا نام رکھا اور ان کا عقیقہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ سے مشابہت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینے کے درمیان سے سر تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس سے نچلے حصے میں آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ضحاک خزاعی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے مشابہ تھا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ ﷺ کے جسم سے مشابہ تھا۔

محمد بن سیرینؒ اور ان کی بہن حفصہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا اور وہ آپ کی ناک پر چھڑی رکھ کر کہنے لگا، میں نے اس کی مانند خوب صورت نہیں دیکھا میں نے اسے کہا: آپ سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔

خوبصورت بال اور ریش مبارک:

سفیان نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبیداللہ بن زیاد سے کہا: تم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! وہ کیا ہی اچھے سیاہ ریش اور سیاہ سر تھے سوائے چند بالوں کے جو آپ کے داڑھی کے اگلے حصے میں تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے خضاب لگایا تھا اور اس جگہ رسول اللہ ﷺ سے تشبیہ کیلئے چھوڑ دیا تھا یا اس کے سوا، آپ کے دیگر بال سفید نہ ہوئے تھے؟

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ میں نے عمر بن عطاء کو بیان کرتے سنا کہ میں

نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو وسمہ سے رنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور آپ کا سر اور داڑھی بہت سیاہ تھے۔

جرأت وسخاوت حسین کیلئے: (فرمان رسول ﷺ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مرض الموت میں پوچھا کہ وہ ان کے دونوں بچوں کو کچھ دیں تو آپ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیلئے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے میری جرأت اور سخاوت ہے۔ (یہ صحیح حدیث نہیں اور نہ ہی اصحاب کتب معتبرہ میں سے کسی ایک نے اس کی تخریج کی ہے۔)

صحبت نبوی ﷺ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی سے پانچ سال یا اس کے قریب پائے اور آپ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں اور مسلم بن الحجاج نے بیان کیا ہے کہ آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی رویت حاصل تھی اور صالح بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ثقہ تابعی ہیں (اور یہ غریب قول ہے) پھر تو وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہیں گے کہ وہ بطریق اولیٰ تابعی ہیں۔

نبی کریم ﷺ ان دونوں کا اکرام کرتے تھے اور ان سے محبت وشفقت کا اظہار کرتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ کی صحبت اختیار کی تھی کہ آپ ﷺ ان سے راضی ہونے کی حالت میں فوت ہو گئے لیکن آپ چھوٹے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کا اعزاز واکرام کرتے تھے اور آپ اپنے باپ کے ساتھ اور ان سے روایت کی اور آپ جمل وصفین کے تمام معرکوں میں اپنے باپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور آپ معظم ومؤقر تھے اور ہمیشہ

اپنے باپ کے اطاعت گزار رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔

حسنین کریمین سے رسول اللہ ﷺ کی محبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

﴿احمد﴾

حسنین کریمین سے جنگ کرنا' رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو تم سے جنگ کرے میری اس سے جنگ ہے اور جو تم سے صلح رکھے میری اس سے صلح ہے۔ (ان دونوں حدیثوں میں امام احمد منفرد ہیں۔)

﴿احمد﴾

حسنین کریمین کو رسول اللہ ﷺ کا چومنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زوایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے ایک کندھے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کندھے پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کبھی حسن رضی اللہ عنہ کو اور کبھی حسین رضی اللہ عنہ کو چومتے آ رہے تھے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو ان سے محبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔ (اس میں بھی احمد منفرد ہیں۔)

﴿احمد﴾

رسول اللہ ﷺ کے محبوب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سے سب سے پیارا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجتے اور پھر انہیں اپنے سینے سے لگا لیتے اور انہیں چومتے۔

(ترمذی نے بھی اسی قسم کی ایک حدیث سعید الاشج کے حوالے سے روایت کی ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

طہارت اہل بیت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کیلئے گھر سے نکلتے تو چھ ماہ روزانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سے گزرتے اور فرماتے کہ اے اہل بیت! نماز قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور رکھے اور تم کو پاک وصاف کر دے۔

﴿سورۂ احزاب﴾

(ترمذی نے یہ حدیث بہ سند عبد بن حمید عن عفان روایت کی ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے حماد بن سلمہ کے سوا اور کسی طریق سے نہیں جانتے۔)

حسنین کریمین کیلئے رسول اللہ ﷺ کی دعا:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

﴿ترمذی﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ بند کر کے حسنین کریمین کو اٹھالیا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خطاب فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سرخ قمیص زیب تن کیے گرتے پڑتے آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر انہیں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہے۔ ﴿سورۂ تغابن﴾ میں نے ان بچوں کو لڑکھڑاتے ہوئے آتے دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور اپنی بات قطع کر کے انہیں اٹھالیا۔

(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں:

یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے، اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ میرے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔

(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

جنت کے جوانوں کے سردار:

علی بن مرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(ترمذی نے سفیان ثوری وغیرہ کے حوالے سے بہ طریق یزید بن ابی زیاد روایت کی ہے۔)

﴿احمد، طبرانی﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ سوائے میرے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

وکیع بن ربیع بن سعد بن ابی سابط سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے نوجوانانِ جنت کے سردار کو دیکھنا ہو، ان کی طرف دیکھ لے۔ یہ بات میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ (اس حدیث میں امام احمد منفرد ہیں۔)

﴿احمد﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری ماں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ﷺ میرے لیے اور میری ماں کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز اور عشاء کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے گھر کو روانہ ہوئے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ نے آہٹ سنی تو پوچھا کہ کون ہو؟ اور پھر فرمایا: حذیفہ ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے کیا بات ہے؟ پھر فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی ہے کہ مجھے سلام کرے اور یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حدیث اسرائیل کے علاوہ یہ کہیں مذکور نہیں۔ اس قسم کی حدیثیں حضرت علی بن ابی طالب اور خود حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عمر اور ان کے لڑکے عبداللہ، ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہیں لیکن ان تمام حدیثوں کی اسناد میں ضعف ہے۔)

﴿ترمذی، نسائی﴾

حسنین کریمین سے محبت' رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کو مجھ سے محبت ہو وہ ان دونوں سے محبت کرے۔

﴿ابوداؤد، طیالسی﴾

حسنین کریمین کو سینے سے لگانا:

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن داؤد نے، ان سے اسماعیل یعنی ابن جعفر نے، ان سے محمد یعنی ابن حرملہ نے، ان سے عطا نے اور ان سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو سینے سے لگا کر یہ فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت کر۔

(حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں لیکن ان میں ضعف اور سقم ہے۔) واللہ اعلم

دوران نماز حسین رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر چڑھ جاتے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کود کر آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے، جب آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھایا تو ان دونوں کو پکڑ کر آرام سے نیچے بٹھا دیا۔ جب آپ ﷺ دوبارہ سجدے میں گئے تو پھر وہ دونوں پہلے کی طرح کود کر آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو گود میں بٹھا لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں انہیں ان کی ماں کے پاس چھوڑ آؤں؟ اسی اثنا میں بجلی چمکی تو آپ ﷺ

نے ان سے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اپنی ماں کے پاس پہنچنے تک بجلی کی روشنی قائم رہی۔

(موسیٰ بن عثمان حضرمی نے بھی بہ طریق اعمش، ابی صالح اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی طرح روایت کی ہے اور ابو سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی قریب قریب اسی طرح کی روایت بیان کی ہے۔)

﴿احمد﴾

یوم قیامت ایک مکان میں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس وقت میں سو رہا تھا۔ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے (جو اس وقت چھوٹے بچے تھے) دودھ مانگا تو آپ ﷺ نے اٹھ کر ہماری بکری کا بہت سا دودھ نکالا۔ اس پر جس بچے نے دودھ مانگا تھا اس کی بجائے دوسرا بچہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا مگر آپ ﷺ نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! لگتا ہے کہ ان دونوں میں سے فلاں بچہ آپ کو زیادہ پیارا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ پہلے اس دوسرے بچے نے دودھ مانگا تھا پھر فرمایا: (اے فاطمہ!) میں اور تو اور یہ دونوں اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ہی مکان میں ہوں گے۔

(ابوداؤد طیالسی نے بھی بحوالہ عمرو بن ثابت اور ابی فاختہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی طرح روایت کی ہے۔)

﴿احمد﴾

حسنین کریمین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی [illegible]

اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت امام [illegible] حضرت امام [illegible]

حسین رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح انہیں بھی عطیات دیتے تھے۔

ایک دفعہ یمن سے کچھ کپڑا آیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرزندانِ صحابہ میں تقسیم کر دیا لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس میں سے کوئی حصہ نہ دیا اور کہا کہ ان کپڑوں میں انکے شایانِ شان کوئی کپڑا نہ تھا پھر آپ نے یمن کے گورنر کو خط لکھ بھیجا اور اس نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کیلئے نیا کپڑا تیار کرایا۔
﴿ابوداؤد﴾

اہل آسمان کے محبوب:

عیزار بن حریث سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے سامنے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا اور کہا: یہ آسمان والوں کو اہل زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔
﴿ابن سعد﴾

چھوٹے بچوں سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت:

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن داوردی نے اور ان سے جعفر بن محمد نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے ان کے بالغ ہونے سے پہلے بیعت لی تھی اور ان کے علاوہ آپ ﷺ نے کسی سے بلوغت سے پہلے بیعت نہیں لی۔

(یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔)

سعادت حج:

عبداللہ بن عبید اللہ بن عمیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

نے پچیس حج پیدل کیے حالانکہ سواری کے جانور بھی ان کے ساتھ تھے اور ابونعیم کے طریق سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل کیے حالانکہ آپ کی سواری کے جانور بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے لیکن جیسا کہ بخاری سے روایت ہے۔ یہ واقعہ آپ کے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے۔

﴿ابن سعد﴾

بھائیوں کی آپس میں محبت:

مدائنی (مشہور محدث) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیا، کچھ وقت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پہل کر کے آگے بڑھے اور جھک کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر چومنے لگے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اٹھ کھڑے ہوا اور ان کا سر چوما اور کہا کہ میں نے اس لیے پہل نہیں کی کہ مجھ سے افضل ہونے کی وجہ سے یہ آپ کا حق تھا اور میں آپ کا حق چھیننا نہ چاہتا تھا۔

امیر معاویہ حسنین کریمین کا بے حد احترام کرتے تھے:

جب خلافت آپ کے بھائی کے پاس واپس آئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بات آپ کو گراں گزری اور آپ نے اس بارے میں اپنے بھائی کی رائے کو درست قرار نہ دیا بلکہ اسے اہل شام کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: خدا کی قسم! میں نے ارادہ کیا ہے کہ تجھے ایک گھر میں قید کر دوں اور اس کا دروازہ تجھ پر بند کر دوں حتیٰ کہ اس کام سے فارغ ہو جاؤں پھر میں تمہیں باہر نکالوں اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو سکوت اختیار کر لیا اور صلح کر لی اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم ہوگئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے

بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا بہت احترام کرتے اور ان دونوں کو خوش آمدید کہتے اور انہیں بہت عطیات دیتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن میں ان دونوں کو دو لاکھ درہم دیئے اور کہا: انہیں لے لو، میں پسر ہند ہوں۔ خدا کی قسم! تم دونوں کو مجھ سے پہلے اور میرے بعد کوئی نہ دے گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! نہ آپ اور نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کوئی شخص ہم سے افضل آدمی کو دے گا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے جس نے حضرت معاویہ کے بیٹے یزید کے ساتھ ۶۱ ہجری میں قسطنطنیہ سے جنگ کی تھی اور جب حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید کیلئے بیعت لی گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور اسی پر قائم رہے اور حضرت ابن عباس نے بیعت کر لی۔

............☆☆☆............

حضرت امیر معاویہ کا وصال اور یزید کی تخت نشینی

حضرت امیر معاویہ کے وصال کے بعد رجب ۶۰ ہجری میں خلافت یزید کی بیعت ہوئی۔ یزید کی ولادت ۲۶ ہجری میں ہوئی اور جس دن اس کی بیعت ہوئی، اس کی عمر ۳۴ سال تھی۔ یزید نے اپنے والد کے نائبین کو صوبوں میں اپنے عہدوں پر برقرار رکھا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معزول نہ کیا اور یہ اسکی ذہانت کی بات ہے۔

ہشام بن محمد الکلبی نے بحوالہ ابومخنف لوط بن یحیٰ کوفی مؤرخ بیان کیا ہے کہ یزید ماہِ رجب ۶۰ ہجری میں حکمران بنا اور امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور امیر کوفہ نعمان بن بشیر اور امیر بصرہ عبداللہ بن زیاد اور مکۃ المکرمہ کے امیر، عمرو بن سعید بن العاص تھے۔

مدینہ کے والی کے نام یزید کا خط:

یزید جب حکمران بنا تو اس کی صرف یہ خواہش تھی کہ وہ لوگ اس کی بیعت کر لیں جنہوں نے یزید کی بیعت کرنے کیلئے حضرت معاویہ کی بات کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس نے نائب مدینہ ولید بن عتبہ کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کی طرف

امابعد!

حضرت معاویہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا اور خلیفہ بنایا اور با اختیار بنایا اور انہیں قوت دی، وہ ایک اندازے کے ساتھ زندہ رہے اور وقت آنے پر فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ

ان پر رحم فرمائے، وہ قابل تعریف حالت میں زندہ رہے اور نیک اور متقی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے۔

والسلام

یزید کا ایک اور خفیہ خط:

امابعد!

حسین بن علی عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو بیعت کیلئے سختی سے پکڑو اور ان سے کسی قسم کی رورعایت نہ کرو حتی کہ وہ بیعت کر لیں۔

والسلام

جب ولید بن عتبہ کو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی موت کی خبر ملی تو وہ سخت مشکل میں پڑ گیا۔ چنانچہ اس نے مروان بن حکم کو بلوا بھیجا اور اسے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور ان افراد کے بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ مروان نے کہا کہ میری رائے تو قبل اس کے کہ انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر ملے ان کو بیعت کیلئے بلواؤ اور اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں قتل کر دو۔

اس پر ولید نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ دونوں مسجد میں موجود تھے۔ عبداللہ نے ان سے کہا کہ امیر تمہیں بلا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں جب وہ واپس چلا گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ شاید ان کا طاغی بادشاہ مر گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے پاس:

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے موالی کو ساتھ لے کر امیر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اندر جانے کی اجازت مانگی تو آپ کو اجازت مل گئی۔ آپ

نے اپنے آدمیوں کو دروازے پر بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ اگر تم شک میں ڈالنے والی کوئی بات سنو تو اندر آ جانا۔ اس کے بعد آپ اکیلے اندر چلے گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اس وقت مروان بھی ولید کے پاس موجود تھا۔ ولید بن عتبہ نے آپ کو یزید کا خط دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر سنائی۔ آپ نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد جب امیر نے آپ کو بیعت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ جیسا آدمی خفیہ طور پر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ ہی صرف میری بیعت آپ کیلئے کافی ہے۔ جب لوگ جمع ہو جائیں تو ہمیں بھی ان کے ساتھ بلا لینا۔ اس طرح سے یہ کام بیک وقت ہو جائے گا۔ ولید نے، جو ایک عافیت پسند شخص تھا۔ کہا کہ اچھا، اب آپ اللہ کے نام سے تشریف لے جائیں اور پھر لوگوں کی جماعت کے ساتھ ہی آ جائیں۔ اس پر مروان نے ولید سے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس وقت یہ بیعت کیے بغیر نکل گئے تو پھر ان کے اور آپ کے درمیان بہت سے خون خرابے ہوں گے۔ انہیں روک لیں اور جب تک بیعت نہ کریں، انہیں باہر نہ جانے دیں، ورنہ ان کو قتل کر دیں۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے ابن زرقاء! کیا تو مجھے قتل کرے گا؟ نہیں بلکہ تو جھوٹ بکتا ہے اور تو نے ایک گناہ کی بات کہی ہے۔ اس کے بعد آپ واپس اپنے گھر چلے گئے۔

مروان نے ولید سے کہا: اللہ کی قسم! اس کے بعد آپ کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ ولید نے جواب دیا کہ اے مروان! اللہ کی قسم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے معاوضہ میں ساری کائنات بھی مجھے منظور نہیں۔ سبحان اللہ! کیا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس لیے قتل کر دوں کہ وہ بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، قیامت کے روز اس کا میزان ہلکا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مکہ ہجرت:

ولید نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا تو وہ ایک شب و روز ٹال مٹول کرتے رہے اور ولید کے پاس نہ گئے۔ اس کے بعد وہ اپنے موالی اور اپنے بھائی جعفر کو ساتھ لے کر فرع کے راستے مکہ کو روانہ ہو گئے۔ ولید نے ان کے پیچھے پیدل اور گھوڑے سوار آدمی روانہ کیے لیکن وہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو واپس نہ لا سکے۔ دوران سفر میں جعفر نے اپنے بھائی عبداللہ کو صبرۃ الحنظلی کا یہ شعر تمثیلاً سنایا۔

تمام لوگ رات کو فساد پھیلائیں گے اور ان کے پیچھے سوائے چند ایک کے کوئی بھی باقی نہ بچے گا۔

عبداللہ نے پوچھا کہ سبحان اللہ! اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ جعفر نے جواب دیا کہ سبحان اللہ! اس سے میرا ارادہ تمہیں دکھ پہنچانے کا نہیں ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خواہ یہ شعر تمہاری زبان پر غیر ارادی طور پر ہی جاری ہوا ہو لیکن مجھے یہ سخت ناگوار ہے اور میں اسے نحوست اور بدشگونی سمجھتا ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی اور محمد بن حنیفہ کا مشورہ:

ولید امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے لاپروا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لیت ولعل میں معروف تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی روانگی سے ایک دن بعد اٹھائیس (۲۸) رجب المرجب ساٹھ (۶۰) ہجری اتوار کی شب کو محمد بن حنفیہ کے سوا اپنے تمام اہل وعیال کو ساتھ لے کر مکہ المکرمہ روانہ ہو گئے۔ محمد بن حنیفہ نے کہا: اے میرے بھائی! اللہ کی قسم! آپ مجھے تمام اہل زمین سے زیادہ عزیز ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کسی شہر میں سکونت نہ رکھنا بلکہ کسی جنگل یا صحرا میں رہنا، اور میرے پاس آدمی بھیجتے رہنا، جب لوگ آپ پر اتفاق کر لیں اور آپ کی بیعت کر لیں تو پھر آپ شہر میں داخل ہو جائیں اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں اور شہر ہی میں رہنے پر مصر ہیں تو (فی الحال) مکہ چلے جائیں، اگر آپ کی

خواہش کے مطابق وہاں حالات سازگار ہوں تو بہتر ورنہ ریگستانوں اور پہاڑوں میں چلے جائیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے میری ہمدردی کی اور مجھے نصیحت کی۔ یہ کہہ کر آپ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے، وہاں جا کر آپ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اکٹھے ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کو یزید کی بیعت کیلئے دباؤ:

ولید نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اوران سے کہا کہ یزید کی بیعت کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب لوگ بیعت کرلیں گے تو ان کے بعد میں بھی بیعت کرلوں گا۔ کسی نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے اور وہ آپس میں لڑمریں اور جب آپ کے سوا کوئی باقی نہ رہے تو لوگ آپ کی بیعت کرلیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا جو تم کہتے ہو، بس جب دوسرے لوگ بیعت کرلیں گے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں موجود نہ تھے بلکہ وہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔ یہ دونوں مکہ سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مدینہ کی خبر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ معاویہ کی موت اور یزید بن معاویہ کی بیعت۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مدینہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد جب تمام علاقوں سے بیعت کی خبریں آگئیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کے ہمراہ بیعت کرلی۔

ادھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو عمرو بن سعید بن العاص (امیر مکہ) کو دیکھ کر ڈر گئے اور کہا کہ ہم اس گھر میں پناہ میں آئے ہیں۔

یزید بن معاویہ نے اسی سال رمضان المبارک ۶۰ ہجری میں ولید بن عتبہ کو کوتاہی اور غفلت کی بنا پر مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اسے بھی امیر مکہ عمرو بن سعید ابن العاص کی نیابت میں دیدیا چنانچہ وہ رمضان المبارک ہی کے مہینہ میں، یا جیسا کہ کہا گیا ہے ذی القعدہ میں مدینہ آگیا۔ یہ ایک نہایت متکبر اور خود سر انسان تھا۔ اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور انہیں کچل ڈالنے کیلئے ان کے بھائی عمرو بن زبیر کو ان پر مسلط کر دیا جس کی ان سے دشمنی تھی اور خود مدینہ سے اسے کمک بھیجتا ہے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ جب عمرو بن سعید مکہ کو امدادی فوجیں بھیج رہا تھا تو ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اے امیر! اگر اجازت ہو تو میں آپ کو ایک حدیث سناؤں؟ فتح مکہ سے اگلے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کیلئے کھڑے ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تو میرے کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کو لوگوں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کشت وخون کی اجازت نہیں دی، نہ مجھ سے پہلے اور نہ میرے بعد اور مجھے بھی صرف ایک دن کی ایک ساعت کیلئے رخصت ملی ہے۔ اس کے بعد آج سے اس کی حرمت اسی طرح قائم ہوگئی ہے جیسا کہ کل تھی۔ پس جو حاضر ہے وہ غائب تک میری یہ بات پہنچادے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قتال کی مثال قائم کرے تو؟ اس پر لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت تم کو نہیں دی تھی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔'' ابوشریح سے پوچھا گیا کہ امیر مدینہ نے تمہیں اس کا کیا جواب دیا تو انہوں نے کہا کہ اس نے یہ جواب دیا کہ اے ابوشریح! ہم اس بارے میں تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حرم مجرم کو اور قاتل کو اور تخریب کار کو پناہ نہیں دیتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بھائی سے جنگ:

واقدی کا بیان ہے کہ عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر کو مدینہ کا کوتوال مقرر کر دیا۔ (اقتدار ہاتھ میں آتے ہی) وہ اپنے بھائی کے دوستوں اور بہی خواہوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان پر بے پناہ تشدد کیا حتیٰ کہ جن لوگوں پر اس نے ظلم کیا ان میں سے ایک اس کا اپنا بھائی منذر بن زبیر بھی تھا۔ عمرو بن زبیر کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے اور اس کے گلے میں چاندی کا طوق ڈال کر اسے خلیفہ کے سامنے پیش کرے، چنانچہ وہ منذر بن زبیر اور اس کے لڑکے محمد بن منذر اور عبدالرحمٰن بن اسود ابن یغوث اور عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام اور خبیب بن عبداللہ بن زبیر اور محمد بن عمار بن یاسر وغیرہ پر پل پڑا اور انہیں چالیس چالیس اور پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ کوڑے لگائے۔ عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی اور عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل چند آدمیوں کے ہمراہ مکہ ہی سے روپوش ہو گئے۔

اسکے بعد یزید نے عمرو بن سعید کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طلبی کے بارے میں ایک تاکیدی خط لکھا کہ عبداللہ سے بیعت نہ لی جائے خواہ وہ اس پر تیار بھی ہو بلکہ اسے بُرنس (یعنی ایک لباس جسکا کچھ حصہ ٹوپی کا کام دیتا ہے) کے نیچے سونے یا چاندی کا طوق پہنا کر، جو نظر نہ آئے لیکن اسکی جھنکار سنائی دے، میرے سامنے پیش کیا جائے۔

ادھر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حارث بن خالد مخزومی کو جو مکہ میں عمرو بن سعید کا نائب تھا، اہل مکہ کو نمازیں پڑھانے سے روک دیا۔ اس لیے عمرو نے مکہ پر فوج کشی کا پکا ارادہ کر لیا، چنانچہ عمرو بن سعید نے اس معاملہ پر عمرو بن زبیر سے مشورہ طلب کیا کہ عبداللہ کو قتل کرنے کیلئے کس شخص کو مکہ بھیجا جائے؟ عمرو بن زبیر نے کہا کہ اسے قتل کرنے کیلئے مجھ سے زیادہ موزوں کوئی شخص نہیں چنانچہ اس نے اس سریہ پر اسی کو مامور کر دیا اور مقدمۃ الجیش پر سات سو جنگجو جوانوں پر انیس بن عمرو

عمرو اسلمی کو مقرر کر دیا۔

واقدی کا بیان ہے کہ یہ تقرری یزید بن معاویہ نے خود کی اور اسے عمرو بن سعید کے پاس بھیج دیا۔ انیس نے مقام جرف پر قیام کیا۔

مروان بن حکم نے عمرو بن سعید کو مشورہ دیا کہ مکہ پر حملہ نہ کرو بلکہ حضرت بداللہ بن زبیر کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ عنقریب قتل نہ ہو گیا تو اپنی موت آپ مر جائے گا، لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی عمرو بن زبیر نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم ضرور اس پر حملہ کریں گے۔ خواہ ہمیں یہ پسندیدہ کام عین کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس پر مروان نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہاری اس بات سے تو میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا چنانچہ انیس روانہ ہو گیا اور اس کے پیچھے عمرو بن زبیر بھی باقی ماندہ فوج لے کر، جس کی تعداد دو ہزار تھی، چل پڑا اور ابطح پر جا کر قیام کیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے صفا کے قریب اپنے گھر میں قیام کیا اور انیس نے ذی طویٰ کے مقام پر قیام کیا۔ عمرو بن زبیر امامت کے فرائض انجام دیتا تھا اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔

عمرو بن زبیر نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ خلیفہ کی قسم کو پورا کرو اور اپنے گلے میں سونے یا چاندی کا طوق ڈال کر اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑاؤ۔ اور خدا سے ڈرو کہ تم حرمت والے شہر میں مقیم ہو۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی کو کہلا بھیجا کہ ہماری تمہاری ملاقات مسجد میں ہو گی۔

ادھر انہوں نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ کو عمرو بن انیس اسلمی پر حملہ کرنے کیلئے بھیج دیا جس نے اسے شکست فاش دی۔ اس پر عمرو بن زبیر کے ساتھ چھٹ گئے اور وہ بھاگ کر ابن علقمہ کے گھر میں جا گھسا اور اس کے بھائی عبیدہ بن زبیر نے اسے پناہ دے دی، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے لعنت ملامت کی

اور کہا کہ کیا تو ایسے شخص کو پناہ دیتا ہے جس کی گردن میں لوگوں کے حقوق ہیں؟ پھر ان سب لوگوں نے عمرو بن زبیر سے اپنا اپنا بدلہ لیا جنہیں مدینہ میں اس نے پیٹا تھا، مگر منذر بن زبیر اور اس کے بیٹے نے قصاص لینے سے انکار کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عارم کے ساتھ اسے قید میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس قیدخانہ کا نام سجن عارم پڑ گیا۔ کہتے ہیں عمرو بن زبیر کوڑوں کی مار سے مرگیا۔ واللہ اعلم

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حین حیات یزید کی بیعت لی گئی تو آپ نے اور ابن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اس انکار پر قائم رہے تا کہ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حین حیات) وفات پا گئے۔ اس کے بعد جب ۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور یزید کی بیعت ہوئی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو بیعت کر لی لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بدستور مخالفت پر مضبوطی سے قائم رہے اور مدینہ کی سکونت ترک کر کے مکہ میں قیام فرما لیا۔

مکہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی مقبولیت:

جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی خبریں سنیں تو ان کی نگاہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھنے لگیں۔ وہ ان کے پاس آتے، ان کی مجلس میں بیٹھتے اور ان کے ارشادات سنتے۔ ادھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کے پاس مصلا بچھا لیا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ البتہ گاہے گاہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مجالس میں آتے۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور ان کی طرف لوگوں کے میلان کی وجہ سے وہ اپنے دل کی بات نہ کہہ پاتے لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، انہوں نے مکہ سے کچھ سرایا بھیجے جنہوں نے ان یزیدیوں پر فتح پائی جو آپ کے درپے قتل تھے۔ آپ نے اپنے بھائی عمرو کو قید میں ڈال دیا اور اس سے اپنا

انتقام لیا۔ اس کاروائی سے حجاز کے علاقوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نام روشن ہو گیا اور دور دراز تک ان کی شہرت ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہر دلعزیز نہ بن سکے کیونکہ سید کبیرا اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہونے کی بنا پر لوگوں نے کے دل ان کی طرف مائل تھے۔ اس وقت تمام زمین پر آپ کا ہم پلہ یا مدمقابل کوئی بھی نہ تھا لیکن یزیدی حکومت کی تمام مشینری آپ کے خلاف تھی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اہل عراق کے خطوط:

جب اہل عراق کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی۔اور بیعت اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے سے انکار اور ان کی مکہ روانگی کی خبریں ملیں تو عراق کے مختلف شہروں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بکثرت خطوط آئے کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیں۔ سب سے پہلے عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال آپ کے پاس ایک خط لائے جس میں آپ کی طرف سلام تھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی تہنیت تھی۔ یہ دونوں قاصد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اسی سال (۶۰ ھ میں) رمضان شریف کی دس (۱۰) تاریخ کو پہنچے۔ اس کے بعد اہل عراق نے قیس بن مسہر صدائی، عبدالرحمن بن عبداللہ الکوالارجبی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی وغیرہ چند دوسرے افراد کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام تقریباً ڈیڑھ سو خطوط دے کر بھیجا پھر انہوں نے ہانی بن سبیعی اور عبداللہ حنفی کو ایک خط دے کر بھیجا جس میں انہوں نے تاکیداً لکھا کہ آپ فوراً ہمارے پاس چلے آئیں شیث بن ربعی، حجاز بن الجرا، یزید بن حارث بن رویم، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن یحیٰی تیمی نے آپ کو لکھا کہ

اما بعد!

پھل پک چکے ہیں، باغ سرسبز و شاداب ہیں اور پیمانے لبریز ہیں۔ پس آپ

جب چاہیں ایک مستعد اور تیار لشکر کے پاس آجائیں۔"

والسلام

یہ تمام قاصد اپنے اپنے مکتوبات کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور انہیں اہل عراق کے پاس جانے پر آمادہ کرنے اور اکسانے لگے تا کہ وہ یزید بن معاویہ کی بجائے آپ کی بیعت کریں۔ وہ اپنے خطوں کے حوالوں سے آپ کو یقین دلاتے رہے کہ ہم معاویہ سے بیزار تھے اور اس کی موت پر خوش ہیں۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر نکتہ چینی کرنے لگے اور آپ سے کہا کہ اہل عراق نے اب تک کسی کی بیعت نہیں کی۔ وہ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں تا کہ یزید بن معاویہ کی بجائے آپ کی بیعت کریں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی عراق روانگی:

اہل عراق کے خطوطوں پر آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان حالات کی تحقیق کرنے اور اہل کوفہ کے اتفاق کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کر دیا اور فرمایا کہ اگر دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیا گیا ہو اور امر مستحکم ہو تو اس کی رپورٹ بھیج دیں تا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو کرلے کر کوفہ پہنچ جائیں اور اپنے دشمنوں پر فتح پائیں، اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اہل عراق کو ایک خط بھی بھیج دیا۔

جب حضرت مسلم عقیل رضی اللہ عنہ، مکے سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے وہاں سے راستہ بتانے والے دو بدرقے بھی ساتھ لے لیے جو انہیں لے کر متروک اور غیر معروف راستوں سے چل پڑے۔ ان میں سے ایک راستے سے بھٹک گیا اور بطن خبیت میں مضیق نامی ایک مقام پر شدت پیاس سے مر گیا۔ اس سے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ نے برا شگون لیا۔ آپ نے وہاں کچھ دیر ٹھہراؤ کیا تو دوسرا بدرقہ بھی مر گیا۔ جب دونوں راہ آموز جاں بحق ہو گئے تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر مشورہ طلب کیا۔ آپ نے انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ عراق میں داخل ہو جاؤ اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ان سے معلومات حاصل کرو۔

اہل کوفہ کی بیعت:

جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص مسلم بن عوسجہ یا مختار بن ابی عبید ثقفی کے ہاں قیام کیا۔ اہل کوفہ نے آپ کی آمد کی خبر ایک دوسرے کو دے دی۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی امارت پر بیعت کر کے عہد کیا کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی مدد کریں گے۔ چنانچہ اہل کوفہ میں سے بارہ ہزار افراد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا حتٰی کہ ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ اس پر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ کی بیعت اور دیگر امور کی تکمیل ہو چکی ہے، آپ تشریف لے آئیں۔ اس پر آپ مکہ سے کوفہ کو روانہ ہو گئے، جیسا کہ ہم آئندہ اس کا ذکر کریں گے۔

ابن زیاد کوفہ کا گورنر مقرر:

یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی حتٰی کہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے کانوں میں بھی اس کی بھنک پڑ گئی۔ اسے یہ خبر ایک شخص نے دی۔ لیکن اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور صرف نصح و موعظت پر اکتفا کیا۔ اس نے لوگوں سے خطاب کیا، انہیں اختلاف و فتنہ انگیزی سے منع کیا اور اتحاد و التزام سنت کی تلقین کی۔ اس نے کہا کہ جو مجھ سے جنگ نہ کرے گا میں بھی اس سے جنگ نہ کروں گا اور جو مجھے پر حملہ نہ کرے گا میں بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا اور نہ ہی تم کو محض گمان کی بنا پر پکڑوں گا۔ لیکن قسم ہے اس خدا کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اگر تم نے اپنے

امام کو چھوڑ دیا اور اس کی بیعت کو توڑ دیا تو میں اس وقت تک تمہارے ساتھ لڑوں گا جب تک کہ میری تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اس پر ایک شخص، جس کا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر! یہ کام اندھی لاٹھی کے بغیر نہ سلجھے گا اور آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ کمزوروں کا طریقہ ہے۔ نعمان نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں کمزور بننا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں قوی بننے سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اس شخص نے اور اس کے علاوہ عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یہ سارا حال یزید کو لکھ بھیجا۔ یزید نے نعمان کو معزول کر دیا اور کوفہ کو بصرہ کے ساتھ شامل کر کے اسکی امارت بھی عبیداللہ بن زیاد کے سپرد کر دی۔ یزید نے یہ کام اپنے ایک غلام سرجون کے مشورہ سے کیا۔ یزید پہلے بھی اس سے صلاح مشورے کیا کرتا تھا۔ سرجون نے کہا کہ کیا اگر امیر معاویہ زندہ ہوتے تو آپ ان کا مشورہ قبول کر لیتے؟ یزید نے کہا: ہاں! سرجون نے کہا: تو میرا یہ مشورہ بھی قبول کر لیں کہ کوفہ کی امارت کے لیے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ اسلئے کوفے کی امارت بھی اسی کے سپرد کر دیں۔ یزید عبیداللہ بن زیاد سے ناراض تھا اور اسے بصرہ کی امارت سے بھی معزول کرنا چاہتا تھا لیکن قضائے الٰہی نے اسے بیک وقت بصرہ اور کوفہ دونوں صوبوں کا امیر بنا دیا۔

یزید کا ابن زیاد کے نام خط:

اس کے بعد یزید نے مسلم بن عمرو باہلی کے ہاتھ ابن زیاد کو، خط لکھا کہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو اور جب وہ تمہارے ہاتھ آجائے تو اسے قتل کر دو یا جلا وطن کر دو۔

ابن زیاد کی کوفہ روانگی اور لوگوں کو دھوکہ:

ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کو روانہ ہو گیا اور جب وہاں پہنچا تو کالے عمامہ سے

ڈھاٹا باندھ کر شہر میں داخل ہوا۔ وہ جس اجتماع سے بھی گزرتا، کہتا السلام علیکم اور لوگ اس کے جواب میں کہتے: وعلیکم السلام مرحبا اے رسول اللہ کے بیٹے! لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ ان کے انتظار میں تھے۔ ابن زیاد شہر میں سترہ (١٧) سواروں کے ہمراہ داخل ہوا تھا لیکن بکثرت لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اس پر مسلم بن عمرو نے ان سے کہا کہ پرے ہٹو، یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے۔ یہ سن کر انہیں بڑا دکھ ہوا اور ان کے دل ٹوٹ گئے، اور اس کے ساتھ ساتھ عبید اللہ کو بھی اس خبر کی تصدیق ہو گئی (جو یزید کو مسلم بن عقیل کی آمد اور بیعت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملی تھی۔)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی تلاش کیلئے جاسوس مقرر:

اس کے بعد عبید اللہ کوفہ کے دار الامارت میں اتر گیا۔ جب اس نے وہاں قیام کر لیا تو ابی رہم کے غلام کو یا جیسا کہ کہا جاتا ہے اس نے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم کی رقم دے کر بلاد حمص سے آنے والے مسافر کے روپ میں بھیجا، جس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کیلئے آیا ہے۔ چنانچہ یہ غلام روانہ ہو گیا اور اس گھر کی تلاش میں لگا رہا جہاں لوگ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ آخر اس نے وہ گھر تلاش کر لیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ یہ ہانی بن عروہ کا گھر تھا۔ آپ پہلی اقامت گاہ ترک کر کے آئے تھے لوگوں نے اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیش کیا اور اس نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد پندرہ روز تک وہ آپ کے پاس ٹھہرا رہا اس دوران میں اس نے ان کی نشست و برخاست کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کر لیں۔ اس نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے حکم سے وہ سارا مال (جو اسے ابن زیاد نے دیا تھا) ابی ثمامہ عامری کو دے دیا جو اموال کی تحصیل اور اسلحہ کی خریداری پر متعین تھا، اور جو عرب کے شہسواروں میں سے ایک تھا۔ اس غلام نے واپس جا کر حضرت مسلم بن

عقیل رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ اور اس کے گھر کے مالک کا پتہ عبید اللہ بن زیاد کو بتا دیا۔

بعد میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس قیام گاہ کو چھوڑ کر شریک ابن اعور کے مکان میں چلے گئے۔

موقعہ ملنے کے باوجود حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا ابن زیاد کو قتل نہ کرنا:

شریک بن اعور ایک رئیس آدمی تھا (جو اس وقت بیمار تھا) اس نے سنا کہ عبید اللہ اس کی عیادت کرنے کیلئے آرہا ہے چنانچہ اس نے ہانی کو کہلا بھیجا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دو تا کہ جب عبید اللہ میری بیمار پرسی کیلئے آئے تو اسے قتل کرنے کے لیے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو میرے گھر میں ہونا چاہیے ہانی نے انہیں بھیج دیا۔ شریک نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ چھپ کر بیٹھ جائیں جب ابن زیاد آ کر میرے پاس بیٹھ جائے گا تو میں پانی مانگوں گا اور یہ آپ کے لیے اشارہ ہو گا کہ کہ پردہ سے نکل کر آپ اسے قتل کر دیں۔ پھر جب عبید اللہ ابن زیاد آیا تو وہ سریک کے بستر پر بیٹھ گیا۔ اس وقت شریک کے پاس ہانی بھی موجود تھے۔ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے اس کا غلام مہران کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر انہوں نے باتیں کیں اور پھر شریک نے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ مگر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ کو قتل نہ کیا۔ لونڈی پانی کا ایک کوزہ لائی لیکن حضرت مسلم کو چھپا دیکھ کر شرما گئی اور پانی سمیت تین بار لوٹ گئی۔ شریک نے پھر کہا کہ مجھے پانی پلاؤ خواہ اس سے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ کیا تم مجھے پیاسا مارنا چاہتے ہو؟ مہران اس سازش کو تاڑ گیا اور اپنے مالک کو اشارہ کر کے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل گیا۔ شریک نے کہا کہ اے امیر! میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں، لیکن اس نے کہا کہ میں پھر آؤں گا اور وہ بھی باہر نکل گیا۔ اس کا غلام اسے سواری پر بٹھا کر بسرعت اسے وہاں سے نکال کر لے گیا اور اپنے مالک سے کہا کہ اے امیر! قوم کا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا تھا۔ اس نے کہا کہ ہائے افسوس! میں تو ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں، لیکن ان کا یہ حال

ہے؟ادھر شریک نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو باہر نکل کر اسے قتل کر دینے سے کس چیز نے روکا؟

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جو مجھ تک پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان دھوکے سے قتل کرنے کی ضد ہے، مومن دھوکے سے قتل نہیں کرتا اور یہ بات مجھے پسند نہیں کہ میں اسے آپ کے گھر میں قتل کر دیتا۔

شریک نے کہا، اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو قصر امارت میں بیٹھے اور وہاں سے کوئی بھی آپ کو باہر نہ نکال سکتا بلکہ بصرہ بھی آپ کے قبضہ میں آجاتا۔ اس کے علاوہ اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو آپ ایک ظالم و فاجر شخص کو قتل کرتے۔ اس کے تین دن بعد شریک فوت ہو گیا۔

ابن زیاد کا خطبہ:

ابن زیاد جب قصر امارت کے دروازے پر ڈھاتا باندھے ہوئے پہنچا تو نعمان بن بشیر سمجھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ اس لیے اس نے محل کا دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ میں اپنی امانت تمہارے سپرد نہ کروں گا۔ عبید اللہ بن زیاد نے اسے کہا کہ دروازہ کھولو ورنہ میں خود اسے کھول دوں گا۔ اس پر نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ اس وقت بھی وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے تو وہ سخت نادم ہوا۔ عبید اللہ قصر امارت میں داخل ہو گیا اور منادی کرنے کا حکم دیا، اس پر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ "ان الصلوۃ جامعۃ" اس پر لوگ جمع ہو گئے۔ عبید اللہ بن زیاد قصر امارت سے نکل کر لوگوں کے پاس آ گیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد خطاب کیا کہ

اما بعد!

امیر المومنین یزید نے مجھے تمہارے امور اور تمہاری حدود و اموال پر حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مظلوموں کے ساتھ انصاف کروں،

تمہارے حاجت مندوں کو عطا کروں اور مطیع و فرماں برداروں پر احسان کروں اور تم میں سے مشکوک اور نافرمان لوگوں پر سختی کروں۔ میں تم پر اس کے احکام نافذ کروں گا اور تم سے ان احکام کی پیروی کراؤں گا"

ابن زیاد کی لوگوں پر سختی:

اس کے بعد وہ منبر سے نیچے اتر آیا اور رئیسوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے مشکوک اور مخالف اور تفرقہ ڈالنے والے افراد کی فہرستیں، تیار کرو۔ جس میر محلہ یا رئیس نے ایسے افراد کی ہمیں اطلاع نہ دی اسے پھانسی دی جائے گی یا جلا وطن کر دیا جائے گا اور سرکاری عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔

ہانی بن حمید اور ابن زیاد کا مکالمہ اور ہانی کی قید:

ہانی بھی بڑے رئیسوں میں سے ایک تھے لیکن عبید اللہ بن زیاد کی آمد سے لے کر اس وقت تک بیماری کا بہانہ بنا کر وہ اسے ملنے نہ آئے تھے۔ اس لیے عبید اللہ بن زیاد نے ان کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا کہ ہانی امراء کے ساتھ ہمیں ملنے کے لیے کیوں نہیں آیا؟ لوگوں نے کہا اے امیر! وہ بیمار ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا رہتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ عبید اللہ نے شریک بن اعور سے پہلے ان کی بیماری پرسی کی تھی اور اس وقت حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں موجود تھے۔ اس وقت بھی لوگوں نے اسے قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن ہانی نے انھیں روک دیا تھا کیونکہ عبید اللہ ان کے گھر میں تھا۔ اس کے بعد چند امراء ہانی کے پاس گئے اور اسے سمجھا بجھا کر ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ عبید اللہ نے قاضی شریح کی طرف دیکھا اور تمثیلاً کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: "میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کے درپے ہے۔ تیرا دوست جو قبیلہ بنی مراد سے ہے تیرا عذر خواہ ہے۔"

جب ہانی نے عبید اللہ بن زیاد کو سلام کیا تو اس نے پوچھا کہ اے ہانی! مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اس پر وہ تمیمی غلام اٹھ کھڑا ہوا جو حمص کے مسافر کے روپ میں ہانی کے گھر میں داخل ہوا تھا اور جس نے ان کے سامنے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور تین ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ کیا تم اس کو جانتے ہو؟ ہانی نے کہا کہ ہاں۔ ہانی اسے دیکھ کر نادم ہوئے اور کہا کہ اے امیر! خدا آپ کا بھلا کرے! خدا کی قسم! میں نے اسے اپنے گھر میں بلایا نہیں بلکہ وہ اپنے آپ میرے گھر میں آن گھسے۔ ابن زیاد نے کہا کہ پھر اسے یہاں لے آؤ۔ ہانی نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں ان کے اوپر سے پاؤں نہ اٹھاتا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ جب انہیں قریب لایا گیا تو ابن زیاد نے ان کے چہرہ پر نیزے کا وار کیا جس سے ان کا چہرہ اور ناک زخمی ہو گئے۔ ہانی حملہ کرنے کے لیے ایک سپاہی سے تلوار چھین کر سونتنے لگے لیکن لوگوں نے انہیں پکڑ لیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ تمہارا خون مجھ پر حلال ہے کیونکہ تم حروری (یعنی خارجی) ہو۔ اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

ہانی کی قوم بنی مذحج یہ سمجھ کر کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے قصر امارت کے دروازے پر جمع ہو گئی۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان کا شوروغوغا سنا تو قاضی شریح سے جو اس کے پاس موجود تھے کہا کہ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ امیر نے انہیں صرف مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھ گچھ کے لیے روک رکھا ہے۔ قاضی شریح نے انہیں جا کر کہا کہ تمہارا صاحب زندہ ہے اور ہمارے سلطان نے اسے ایک خفیف سی ضرب لگائی ہے۔ تم واپس چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اور اپنے صاحب کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس پر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے تعاقب میں:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو سوار ہو کر نکل آئے اور اپنے جنگی شعار کا نعرہ یا منصور امت لگایا۔ اس پر چار ہزار کوفی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ ان میں مختار بن ابی عبید بھی تھا جس کے جھنڈے کا رنگ سبز تھا اور عبید اللہ بن نوفل بن حارث بھی تھا جس کا سرخ جھنڈا تھا۔ آپ نے انہیں میمنہ اور میسرہ پر مقرر کیا اور خود قلب لشکر کو سنبھال کر عبید اللہ بن زیاد کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں آپ لوگوں کو ہانی کے معاملہ کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اختلاف و انتشار کی سنگینی سے ڈراتے رہے۔ اتنے میں قصر امارت کے محافظین نے انہیں دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ حضرت مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) آ گئے! عبید اللہ بن زیاد اور دوسرے لوگ جو اس وقت عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ تھے بھاگ کر محل میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ محل کے دروازے پر پہنچے تو اپنے لشکر سمیت وہیں ٹھہر گئے۔ مختلف قبیلوں کے سردار جو اس وقت قصر امارت میں عبید اللہ کے پاس تھے (محل کی دیواروں پر) چڑھ گئے اور اپنی اپنی قوم کے لوگوں کو جو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اشاروں سے واپس چلے جانے کے لیے کہا اور اشاروں اشاروں ہی میں کچھ وعدے کیے اور کچھ ڈرایا دھمکایا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے اہل کوفہ کی بے وفائی:

عبید اللہ بن زیاد نے بعض سرداروں کو محل سے باہر بھیج دیا تاکہ وہ سوار ہو کر کوفہ میں گھومیں پھریں اور لوگوں کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حمایت سے برگشتہ کریں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ ایک عورت اپنے بیٹے اور اپنے بھائی کے پاس آتی اور اسے کہتی کہ اپنے گھر واپس چلے آؤ۔ ان کے پاس تمہارے سوا اور بہت سے لوگ ہیں۔ ایک آدمی اپنے بیٹے سے اور اپنے بھائی سے کہتا کہ شاید کل تجھے

شامی فوجوں کا سامنا ہو گا جو وہاں سے روانہ ہو چکی ہیں۔ تو ان کے ساتھ کیسے لڑے گا۔ اس طرح بہت سے لوگ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے اور ان کے ساتھ صرف پانچ سو (۵۰۰) نفوس رہ گئے پھر ان میں سے بھی بہت سے لوگ چھوڑ گئے اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس صرف تیس (۳۰) آدمی آن بچے۔ آپ نے ان کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور ابواب کندہ کا قصد کر لیا۔ جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ صرف دس (۱۰) آدمی تھے۔ بالآخر وہ بھی آپ کو چھوڑ گئے اور آپ اکیلے رہ گئے حتٰی کہ نہ کوئی آپ کو راستہ بتانے والا بچا اور نہ کوئی ہمدردی کرنے والا۔ اور نہ ہی کوئی اپنے گھر میں پناہ دینے والا رہا۔ جس طرف دل چاہا چل دیئے اندھیرا چھا گیا۔ راستے میں ٹھوکریں کھاتے پھرے۔ نہیں معلوم تھا کہ کدھر اور کہاں جائیں۔ آخر ایک دروازے پر پہنچے تو وہیں بیٹھ گئے۔ اندر سے ایک عورت نکلی جس کا نام طوعہ تھا۔ وہ اشعث بن قیس کی ام ولد تھی۔ اس کا ایک بیٹا دوسرے خاوند سے تھا جس کا نام بلال بن اسید تھا۔ بلال لوگوں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا اور اس کی ماں دروازے پر اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ مجھے پانی پلائیں۔ وہ انہیں پانی پلا کر اندر چلی گئی اور (تھوڑی دیر بعد) پھر باہر نکلی تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ ابھی دروازے پر موجود تھے۔ طوعہ نے پوچھا کہ کیا تم نے پانی نہیں پیا؟ آپ نے کہا ہاں پی لیا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ تمہیں عافیت دے! اپنے گھر جاؤ۔ تمہارا میرے دروازے پر بیٹھا رہنا مناسب نہیں۔ اس پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کی بندی! اس شہر میں نہ میرا کوئی گھر ہے اور نہ کوئی رشتہ داری کیا آپ مجھ پر احسان کر سکتی ہیں، جس کا کل ہم آپ کو اجر دیں جو آپ کو کفایت کرے؟ اس نے کہا اے اللہ کے بندے! وہ کیا احسان ہے؟ آپ نے کہا کہ میں مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ اس قوم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور مجھے دھوکا دیا ہے۔

اس نے کہا کہ کیا آپ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ ہیں! آپ نے کہا ہاں۔ اس عورت نے کہ آپ اندر آجائیں۔ اس عورت نے آپ کے لیے علیحدہ کمرے میں بچھونا بچھایا اور رات کا کھانا پیش کیا مگر آپ نے کھانا نہ کھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس عورت کا بیٹا بھی آگیا۔ جب اس نے اپنی ماں کو بار بار اس کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا بیٹا! چھوڑو اس بات کو لیکن جب اس نے اصرار کیا تو اس کی ماں نے راز فاش نہ کرنے کا عہد لے کر اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا حال بتا دیا۔ اس پر وہ ساری رات آرام سے سویا رہا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

ادھر عبید اللہ بن زیاد امراء اور اشراف کے ساتھ جو اس کے پاس تھے محل سے نیچے اتر آیا اور جامع مسجد میں ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد اس نے امراء سے خطاب کیا اور ان سے کہا کہ جس کے پاس بھی مسلم بن عقیل ہوا اور اس نے ہمیں اس کی اطلاع نہ دی، تو اس کا خون ہمارے لیے مباح ہوگا۔ اور جو اسے لے آئے گا اسے کا خون بہا عطا کیا جائے گا اس نے اس کام کی نگرانی پولیس کے سپرد کر دی اور انہیں چوکس رہنے کی تاکید کی۔

علی الصباح جب اس بڑھیا کا بیٹا اٹھا تو وہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہمارے گھر میں موجود ہے۔ عبدالرحمن کا باپ اس وقت ابن زیاد کی حاضری میں تھا۔ وہ دوڑا دوڑا وہیں پہنچ گیا اور یہ بات اپنے باپ کے کانوں میں ڈال دی۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اس نے تمہارے کان میں کیا بات کہی ہے؟ اس پر اس نے یہ بھید کھول دیا۔ ابن زیاد نے اپنی چھڑی اس کے پہلو میں لگائی اور کہا کہ اٹھو اور اسے ابھی میرے پاس لے آؤ۔

کوفیوں کا ظلم وستم:

ابن زیاد نے عمر بن حریث مخزومی کو، جو پولیس کا افسر تھا، ستر یا اسی سواروں

کے ساتھ عبدالرحمٰن اور محمد بن اشعث کے ہمراہ حضرت مسلم کی گرفتاری کے لیے بھیج دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس وقت خبر ہوئی جب اس مکان کا گھیراؤ کر لیا گیا جس میں آپ موجود تھے۔ جب وہ لوگ مکان میں داخل ہوئے تو آپ تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے اور تین بار انہیں مکان سے باہر دھکیل دیا۔ مگر آپ کے اوپر اور نیچے کے دونوں ہونٹ زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ پتھر برسانے لگے اور آگ کے گولے اندر پھینکنے لگے جس کی وجہ سے آپ کا دم گھٹنے لگا۔ لہٰذا آپ تلوار لے کر باہر نکل آئے اور ان سے لڑنے لگے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے آپ کو پناہ دے دی اور اس طرح سے آپ کو گرفتار کرنا آسان ہو گیا۔ انہوں نے آپ سے تلوار چھین لی اور سواری کے لیے ایک خچر لے آئے۔ اب آپ کی ملکیت میں سوائے اپنی ذات کے کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اس وقت آپ سمجھے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا اور زندگی سے مایوس ہو کر رونے لگے اور کہا کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ کسی نے کہا کہ اس چیز کے طالبوں پر جس چیز کے تم طلبگار ہو، جب تمہارے جیسی مصیبت آن پڑتی ہے تو وہ رویا نہیں کرتے۔ آپ نے کہا کہ خدا کی قسم! میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین کے لیے روتا ہوں۔ وہ آج یا کل، مکہ المکرمہ سے کوفہ کے لیے کو روانہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر آپ محمد بن اشعث سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اگر تم سے ہو سکے تو میری طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ وہ واپس چلے جائیں۔

محمد بن اشعث نے مسلم بن عقیل کا یہ پیغام بھیج دیا۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایلچی پر اعتبار نہ آیا اور فرمایا کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

پیاس کی شدت:

جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ زخموں سے چھلنی ہو کر خون آلود چہرے اور لباس کے ساتھ تشنہ لب قصر امارت کے دروازے پر پہنچے تو وہاں امراء اور ابنائے

صحابہ، جن سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جان پہچان تھی، ابن زیاد سے ملنے کی اجازت کے منتظر تھے۔ وہاں ٹھنڈے پانی کا ایک مٹکا رکھا تھا۔ مسلم بن عقیل نے اس میں سے پانی پینے کا ارادہ کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ خدا کی قسم! جہنم کا کھولتا ہوا پانی پینے سے پہلے تو اس مٹکے کا پانی نہ پیے گا۔ آپ نے کہا کہ اے ابن ناہلہ! کھولتا ہوا پانی پینے اور ہمیشہ کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے کا زیادہ حق دار تو تو ہے۔ پھر آپ تھکاوٹ اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اس پر عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط نے اپنے غلام کو بھیج کر اپنے گھر سے ٹھنڈے پانی کی ایک چھاگل اور ایک پیالہ منگوالیا عمارہ کا غلام پیالے میں پانی بھر بھر کر آپ کو دینے لگا مگر دو تین بار آپ پانی کو حلق سے نیچے نہ اتار سکے کیونکہ اس میں خون مل جاتا تھا۔ جب آپ نے پانی پیا تو آپ کے سامنے کے دو دانت پانی کے ساتھ نیچے گر گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ رزق مقسوم میں سے پانی پینا ابھی میرے لیے باقی تھا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی ابن زیاد سے گفتگو:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب آپ اس کے سامنے ہوئے تو اسے سلام نہ کیا۔ دربان نے پوچھا کہ کیا تم امیر کو سلام نہیں کرتے؟ آپ نے کہا کہ نہیں، اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو مجھے اس کی حاجت نہیں، اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا نہیں ہے تو اسے سلام کرنے کے بہت مواقع پڑے ہوئے ہیں۔

ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا اور کہا: اے ابن عقیل! لوگوں میں اتفاق اور یک جہتی تھی اور ان کی بات ایک تھی۔ تم آئے اور ان میں پھوٹ ڈالدی اور ان کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔

مسلم بن عقیل نے کہا: ہرگز نہیں، میں اس کام کے لیے نہیں آیا، بلکہ اہل شہر کا

خیال ہے کہ تیرے باپ نے ان کے اخیار کو قتل کیا، ان کا خون بہایا اور ان سے قیصر و کسریٰ جیسا معاملہ کیا، ہم اس لیے آئے ہیں کہ عدل و انصاف کریں اور ان پر اللہ کی کتاب کا حکم نافذ کریں۔

ابن زیاد نے کہا کہ اے فاسق! قرآن کے احکام نافذ کرنے والا تو کون ہے؟ تو نے مسلمانوں پر یہ قانون اس وقت کیوں نہ نافذ کیے جب تم مدینے میں شراب پیتے تھے؟

مسلم بن عقیل نے کہا کہ میں شراب پیتا تھا؟ اللہ کی قسم! خدا جانتا ہے کہ یہ تم نے جھوٹ کہا ہے اور بغیر کسی علم کے کہا ہے۔ بلکہ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ حق دار تو ہے۔ میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تو نے کہا ہے۔ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ حق دار تو وہ ہے جو کتے کی طرح مسلمانوں کا خون چاٹتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے نفس کو نفس کے بدلے میں نہیں بلکہ بلا وجہ غصے اور ظن و تخمین کی بنا پر قتل کرتا ہے اور اسے کھیل تماشا سمجھتا ہے، جیسے کہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں!

ابن زیاد نے کہا کہ اے فاسق! اللہ تیرے اور تیرے نفس کے درمیان مسلم بن عقیل حائل ہو گیا ہے اور اس نے تجھے اس لائق نہیں سمجھا۔

مسلم بن عقیل نے کہا کہ اے ابن زیاد! کون اس کا اہل ہے؟

ابن زیاد نے کہا کہ اس کا اہل یزید ہے۔

مسلم بن عقیل نے کہا کہ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ ہم اپنے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کو حکم تسلیم کرتے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا کہ گویا اب بھی تم سمجھتے ہو کہ حکومت میں تمہارا کوئی حق ہے۔

مسلم بن عقیل نے کہا کہ خدا کی قسم! نہیں، ہمیں صرف اس کا گمان ہی نہیں ہے بلکہ ہمیں اس کا یقین ہے۔

ابن زیاد نے کہا کہ اگر میں تجھے ایک نرالے طریقے سے قتل نہ کروں جس طریقے سے آج تک اسلام میں کسی کو قتل نہ کیا گیا ہو، تو خدا مجھے ہلاک کرے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک تو اسلام میں بدعت اور نئی نئی باتیں ایجاد کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ بے شک تو بری طرح قتل کرنے اور مثلہ کرنے اور بد اخلاقی کرنے سے، جو تو نے اپنی کتاب میں پڑھی ہیں اور اپنے جاہلوں سے سیکھی ہیں، دریغ نہ کرے گا۔

ابن جریر نے ابی مخنف وغیرہ شیعہ رواۃ سے روایت کی ہے کہ اس پر ابن زیاد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگا، اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ بالکل خاموش اور بے حس و حرکت کھڑے رہے۔

حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت:

اس کے بعد زیاد نے کہا کہ میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واقعی؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے کہا کہ مجھے وصیت کرنے کی مہلت دو۔ ابن زیاد نے کہا کہ وصیت کر سکتے ہو۔ آپ نے حاضرین پر نگاہ ڈالی تو ان میں عمر بن سعد بن ابی وقاص موجود تھا۔ آپ نے اسے کہا کہ اے عمر! تم سے میری قرابت داری ہے، مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔ میرے ساتھ محل کے ایک گوشے میں چلو تاکہ تم سے علیحدگی میں باتیں کر سکوں۔ لیکن عمر بن سعد نے آپ کے ساتھ علیحدگی میں جانے سے انکار کر دیا۔ آخر ابن زیاد نے اس کی اجازت دے دی اور وہ ابن زیاد کے قریب ہی آپ کے ساتھ علیحدگی میں جا کھڑا ہوا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوفہ میں میں نے سات سو درہم قرضہ دینا ہے، تم میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا۔ ابن زیاد سے میری لاش مانگ کر دفن کر دینا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو میرا پیغام بھیج دینا۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ لوگ آپؓ کے ساتھ ہیں اور میرا یہ خیال ہے کہ وہ روانہ ہو چکے ہوں گے۔ عمر بن سعد نے یہ تمام باتیں جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہیں ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیں اور اس نے ان تمام وصیتوں پر

عمل کرتے کی اجازت دے دی اور کہا کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ ہمارا قصد نہ کرے گا تو ہم بھی اس سے تعرض نہ کریں گے۔ اور اگر اس نے ہمارا ارادہ کیا تو ہم بھی اس سے اپنا ہاتھ نہ روکیں گے۔

اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قصر امارت کے اوپر لے جایا گیا اور وہ تکبیر وتہلیل اور تسبیح و استغفار پڑھتے ہوئے اور ملائکہ پر درود بھیجتے ہوئے اوپر چڑھ گئے اور دعا مانگی کہ اے اللہ! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے جس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے اور ہمارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ اس کے بعد بکیر بن حمران نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا اور نیچے پھینک دیا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ مذحجی کے قتل کا حکم دیا۔ ہانی کو سوق الغنم میں قتل کیا گیا اور ان کی لاش کو کوفہ کے مقام کناسہ پر لٹکا دیا گیا۔

شہادت مسلم پر شاعر کا قصیدہ:

کسی شاعر نے اس بارے میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔

ترجمہ قصیدہ:

"اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا شے ہے تو، ہانی اور ابن عقیل کی لاشوں کو سر بازار دیکھ۔ جنہیں امام کے حکم سے قتل کر دیا گیا ہے، اور جن کا قصہ ہر آنے جانے والے کی زبان پر ہے۔ ایک بہادر نوجوان کے لاشے کو دیکھ تلوار نے جس کے چہرے کو زخمی کیا ہے اور ایک دوسرے لاشے کو دیکھ جو مقتول کے کٹے پھٹے لباس میں گرا پڑا ہے۔ تو ایک جسد کو دیکھے گا جس کا رنگ موت نے متغیر کر دیا ہے اور جس کے خون کا دھارا بہہ نکلا ہے ہر سیلاب گاہ میں۔ اگر تم اپنے بھائی کے خون کا بدلہ نہیں لے سکتے تو پھر تمہاری مثال ایک زناکار بازاری عورت کی سی ہے جو تھوڑے سے معاوضہ پر راضی ہو جاتی ہے۔"

ابن زیاد کا یزید کو خط:

اس کے بعد ابن زیاد نے ان کے علاوہ کچھ دوسرے لوگوں کو بھی قتل کیا اور یہ تمام واقعات شام کی طرف یزید بن معاویہ کو لکھ کر بھیج دیئے۔

عبیداللہ ابن زیاد نے بصرہ سے روانگی سے ایک دن پہلے اہل بصرہ میں ایک برجستہ اور برمحل تقریر کی جس میں اس نے انہیں نصیحت کی اور اختلاف و انتشار اور فتنہ انگیزی سے ڈرایا۔ اس خطاب کا سبب وہ امر ہے جو ہام بن کلبی اور ابومخنف نے صقعب بن زہیر سے اور اس نے ابی عثمان نہدی سے روایت کیا ہے۔

اہل بصرہ کے نام امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط:

ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سلمان کے ہاتھ اہل بصرہ کے اشراف کو خط لکھا کہ:

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو چن لیا اور آپ ﷺ کو نبوت و رسالت دے کر آپ ﷺ کی عزت افزائی کی۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ نے اللہ کے بندوں تک وہ پیغام پہنچا دیا جس کیلئے آپ ﷺ بھیجے گئے تھے اور انہیں نیکی کی راہ دکھا دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہم آپ ﷺ کی اولاد اور آپ ﷺ کے ولی اور آپ ﷺ کے وارث تھے۔ اس لیے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے مقام پر لوگوں کی نسبت ہمارا حق فائق تھا لیکن ہماری قوم نے ہمارے اس استحقاق کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ ہم نے پھوٹ ڈالنے سے احتراز کیا اور امن و امان کی خاطر رضامند ہو گئے، حالانکہ ہم جانتے تھے کہ اس حق پر جن لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے، ان کی نسبت ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں، تاہم انہوں نے (ہم سے) اچھا سلوک کیا اور صلح و صفائی سے حق کے متلاشی رہے۔ اللہ ان سب پر رحم کرے اور ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے میں اپنے ایلچی کو یہ خط دے

کر بھیج رہا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ سنت مٹا دی گئی ہے اور بدعت زندہ کر دی گئی ہے۔ وہ میری بات سنو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کروں گا۔

والسلام

فائدہ:

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس خط کا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے آنا محل نظر ہے۔ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض شیعہ رواۃ نے اس میں اپنی طرف سے کچھ باتیں ملا کر اس کی ملمع کاری کی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایلچی کا قتل:

راوی کا بیان ہے کہ اشراف میں سے جس نے بھی اسے پڑھا، راز میں رکھا۔ لیکن منذر ابن جارود نے یہ سمجھ کر شاید ابن زیاد کی سازش ہے۔ یہ خط اسکے پاس لے گیا۔ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایلچی کے پیچھے آدمی دوڑا دیئے جو اسے پکڑ لائے اور ابن زیاد کے حکم سے اسے قتل کر دیا۔

ابن زیاد کا اہل بصرہ کو ڈرانا دھمکانا:

اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد منبر پر چڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

اما بعد!

خدا کی قسم! مجھے مصیبت اور دشواری یا دشمن کے اسلحہ کی جھنکار سے ڈرایا نہیں جا سکتا جو مجھ سے دشمنی رکھے، اس کیلئے عذاب ہوں اور جو مجھ سے جنگ کرے، اس کیلئے میں جنگ کی آگ ہوں۔ میں قبیلہ قارہ کے ماہر قدر اندازوں کی طرح تجربہ کار تیرانداز ہوں۔

اے اہل بصرہ! امیرالمومنین یزید نے مجھے کوفہ کی ولایت سونپی ہے۔ میں کل

وہاں جانے والا ہوں اور اپنے پیچھے عثمان بن زیاد ابو سفیان کو تم پر اپنا نائب بنا کر چھوڑے جا رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی! جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں، اگر میرے پاس تم میں سے کسی شخص کی مخالفت کی خبر پہنچی تو میں اس کو اور اس کے عریف کو اور اس کے ولی کو قتل کر ڈالوں گا۔ میں بعید کے بدلے میں قریب کو پکڑوں گا۔ تا آنکہ میرا امر سلجھ جائے اور تم میں کوئی بھی مخالفت کرنے والا یا پھوٹ ڈالنے والا باقی نہ رہے۔ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ میں اپنے باپ کے مشابہ ہوں، اس باپ کے مشابہ جس نے کنکر پتھر روند ڈالے، میں کسی ماموں یا چچا کے مشابہ نہیں ہوں، اس کے بعد ابن زیاد مسلم بن عمرو باہلی کو ساتھ لیکر بصرہ سے روانہ ہو گیا اور وہ واقعات پیش آئے جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت:

ابو مخنف نے مصعب بن زہیر سے اور انہوں نے عون بن جحیفہ سے روایت کی ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ سے ۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری بروز منگل روانہ ہوئے اور ۹ ذی الحجہ ۶۰ ہجری بروز بدھ یوم عرفہ کے دن قتل ہوئے۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے عراق کو روانگی سے ایک دن بعد کا واقعہ ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ سے روانگی مکہ آمد اور مکہ سے کوفہ روانگی کی تاریخ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ المکرمہ ۲۸ رجب ۶۰ ہجری کو بروز اتوار رانہ ہوئے اور تین شعبان بروز جمعتہ المبارک وہاں پہنچے۔ آپ شعبان کے باقی دن اور رمضان المبارک اور شوال اور ذی قعدہ کے مہینے مکہ میں ٹھہرے رہے۔ اور مکہ سے ۸ ذی الحجہ بروز منگل ترویہ کے دن روانہ ہوئے۔

بوقت شہادت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط:

ابن جریر سے روایت ہے کہ جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ روئے تو عبداللہ

بن عباس سلمی نے کہا کہ اس چیز کے طالبوں پر جس کے تم طلبگار ہو، جب ایسی مصیبت آن پڑتی ہے جیسا کہ تم پر پڑی ہے تو وہ رویا نہیں کرتے۔ آپ نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے لیے نہیں روتا اور نہ اپنی موت پر روتا ہوں، جو ظاہر ہے بلکہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین رضی اللہ عنہ کیلئے روتا ہوں۔ پھر آپ محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے اللہ کے بندے! میں دیکھتا ہوں کہ تم میری پناہ کا عہد پورا نہ کرسکو گے، کیا تم یہ بھلائی کرسکتے ہو کہ میری طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف کسی شخص کو بھیج دو؟ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ کل یا آج اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہوں گے۔ مجھے ان کی بہت فکر ہے۔ قاصد انہیں جا کر کہے کہ مجھے ابن عقیل (رضی اللہ عنہ) نے بھیجا ہے جو قوم کے ہاتھوں میں گرفتار ہے اور جو معلوم نہیں، صبح یا شام قتل ہو جائے گا۔ آپ اپنے اہل و عیال سمیت واپس چلے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل کوفہ آپ کو بھی دھوکہ دیں۔ وہ آپ کے والد کے وہی اصحاب ہیں جو ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ خواہ ان کی طبعی موت کی صورت میں ہو، خواہ ان کے قتل کی صورت میں۔

اہل کوفہ نے آپ سے اور مجھ سے جھوٹے وعدے کیے تھے اور جھوٹ بولنے والے دروغ گو کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ اس پر ابن اشعث نے کہا: خدا کی قسم! میں یہ کام ضرور کروں گا، اور ابن زیاد سے بھی ضرور کہوں گا کہ میں نے آپ کو پناہ دی ہے۔

ابو مخنف سے روایت ہے کہ اس کے بعد محمد بن اشعث نے ایاس بن عباس طائی کو بلایا، جو بنی مالک بن ثمامہ میں سے تھا اور شاعر تھا۔ اور اسے کہا کہ جاؤ اور یہ خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا دو اور خط میں وہ ساری باتیں لکھ دیں جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہی تھیں۔ پھر اس نے ایاس کو سواری کا جانور اور اس کے اہل و عیال کیلئے خرچ دے دیا۔ وہ کوفہ سے روانہ ہو کر چار راتوں کی مسافت پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملا اور انہیں حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط دیا اور سارے

حالات ان کے گوش گزار کیے۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ نازل ہو کر رہیگا اور ہمارا اور ہمارے ائمہ کا فیصلہ خدا کے حضور میں ہوگا۔

اس کے بعد حضرت مسلم قصرِ امارت کے دروازے پر پہنچے اور پانی پینا چاہا، تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا کہ دیکھتے ہو یہ کتنا ٹھنڈا پانی ہے؟ لیکن خدا کی قسم! تم اسے نہ پیو گے حتی کہ جہنم میں تم کو کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا۔

حضرت مسلم ابن عقیل نے اس سے پوچھا کہ خدا تیرا ستیاناس کرے، تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا جبکہ تو نے انکار کیا، اور جس نے اپنے امام کی خیر خواہی کی جبکہ تم نے اسے دھوکا دیا اور جس نے امام کی بات سنی اور اطاعت کی جبکہ تو نے اس کی نافرمانی کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابن باہلہ! تیری ماں تجھے روئے تو کتنا جفا کیش، کتنا درشت اور کتنا بداخلاق ہے۔ خدا کی قسم! جہنم اور اس کا کھولتا ہوا پانی پینے کا حقدار سب سے زیادہ تو ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب (اہل کوفہ کی جانب سے) متواتر خطوط پہنچے اور آپ کے اور اہل عراق کے درمیان مسلسل قاصد آنے جانے لگے اور جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت میرے پاس آجائیں، اور اس غلطی کے بعد جو کچھ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی صورت میں واقع ہوا، جس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قطعاً لاعلم تھے تو آپ نے عراق کو جانے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اتفاقاً آپ شہادت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے ایک دن پہلے ترویہ کے دن روانہ ہوئے۔ مسلم بن عقیل کو عرفہ کے دن شہید کیا گیا۔

جب لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے خطرہ محسوس کیا اور آپ کو اس سے متنبہ کیا۔ اہل رائے نے، اور دوستوں اور ہمدردوں نے

آپ کو کوفہ جانے سے روکا اور مکہ میں قیام کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے آپ کو اہل عراق کے اس برتاؤ اور سلوک کے واقعات سنائے جو انہوں نے آپ کے والد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنا:

سفیان بن عینیہ نے ابراہیم بن میسرہ سے اور انہوں نے طاؤس اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خروج کے بارے میں مجھ سے کچھ مشورہ کیا تو میں نے کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ ہم پر نکتہ چینی کریں گے تو میں آپ کو آپ کے سر کے بالوں سے پکڑ کر بھی جانے سے روک دیتا۔ انہوں نے مجھے اس کا یہ جواب دیا کہ مکہ میں قتل ہونے کی بجائے مجھے فلاں فلاں مقام پر قتل ہونا زیادہ پسند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر میری تسلی ہوگئی۔

ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے عقبہ ابن سمعان سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا تو ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ اے ابن عم! لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ سچ بتایئے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا: میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور انشاء اللہ دو ہی روز میں روانہ ہو جاؤں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا انہوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا ہے اور کیا انہوں نے اپنے دشمن کو جلاوطن کر دیا ہے اور اس کے علاقے پر قبضہ کر لینے کے بعد آپ کو بلا رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ ان کی طرف چلے جائیں لیکن اگر ان کا امیر زندہ ہے اور ان پر اس کی گرفت مضبوط ہے اور وہ ان کا نگران ہے اور اس کے عمال ان سے ٹیکس وصول کر رہے ہیں تو پھر انہوں نے آپ کو فتنہ انگیزی اور قتل و غارت کیلئے بلایا ہے اور مجھے تو یہ خوف ہے کہ وہ انہیں ورغلا کر آپ ہی کے خلاف

لا کھڑا کریں گے اور وہی لوگ جنہوں نے آپ کو بلاوے بھیجے ہیں۔ آپ کے بدترین دشمن بن جائیں گے۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں استخارہ کروں گا اور دیکھوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے

اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس قوم کو ہم پر کیا برتری حاصل ہے جبکہ ہم مہاجرین کی اولاد ہیں اور ان کی نسبت اس امر پر ہمارا حق زیادہ ہے اور جبکہ ہم اس امر کے والی ہیں؟ فرمایئے کہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میرا ارادہ کوفہ کو جانے کا ہے وہاں سے میرے طرف داروں اور وہاں کے اشراف نے مجھے خط لکھے ہیں کہ میں وہاں ان کے پاس چلا جاؤں۔ لیکن میں اس بارے میں استخارہ کروں گا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہاں میرے اتنے حامی ہوتے جتنے آپ کے ہیں تو میں اس جگہ کے علاوہ اور کہیں کا قصد نہ کرتا۔ جب عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ میری موجودگی میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے، کیونکہ میرے موجود ہوتے، لوگ کسی اور کو اہمیت نہیں دیتے اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور ان کیلئے میدان خالی چھوڑ دوں۔

کوفہ نہ جائیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

عشاء کے وقت یا (دوسرے دن) صبح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پھر آ گئے اور کہا کہ ابن عم! میں صبر کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن صبر نہیں آتا۔ مجھے اس میں آپ کی ہلاکت نظر آتی ہے۔ اہل عراق غدار ہیں۔ آپ ان کے جھانسے میں نہ آئیں۔ آپ اسی شہر مکہ میں قیام کریں حتی کہ اہل دشمن کو وہاں سے نکال دیں، اس کے بعد آپ وہاں تشریف لے جائیں اور اگر آپکو یہاں سے جانا ہی ہے تو یمن کو چلے جائیں۔

وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور وہاں آپ کے والد کے طرفدار ہیں۔ وہاں علیحدہ بیٹھ کر خطوں اور قاصدوں کے ذریعے لوگوں کو اپنی دعوت دیں اگر آپ نے ایسا کیا تو امید ہے کہ آپ کا مقصد یقیناً پورا ہو گا۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے چچا کے لڑکے! میں تمہیں جانتا ہوں کہ آپ شفیق ناصح ہیں مگر اب میں کوچ کا پکا ارادہ کر چکا ہوں۔

اہل وعیال کو نہ لے جائیں: (ابن عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ کو ضرور جانا ہے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جائیں۔ خدا کی قسم! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حجاز کو چھوڑ کر آپ نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔ خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر میں جانوں کہ میں آپ کی پیشانی کے بالوں سے آپ کو پکڑ لوں جس پر لوگ مجھے برا بھلا کہنے کیلئے ہمارے پاس جمع ہو جائیں اور اس ترکیب سے آپ عراق جانے سے باز آجائیں گے تو میں یہ کام کرنے سے بھی دریغ نہ کروں۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے۔ راستے میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ ان سے کہا کہ اے ابن زبیر! اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں؟ اور پھر یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار:

"اے مقام معمر کی چنڈول چڑیا، فضا تیرے لیے خالی ہے، پس تو انڈے دے اور راگ الاپ۔ اور جب تک تو چاہے انڈوں کی چونچ سے توڑ کر بچے نکالتی رہ مبارک ہو کہ آج تیرا صیاد مقتول ہے۔"

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حجاز کو تیرے لیے خالی چھوڑ کر عراق جا رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو منع کرنا:

شبانہ بن سوار سے بہت سے راویوں نے روایت کی ہے۔ شبانہ سے یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی نے اور ان سے شعبی نے بروایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔ جب انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عراق کو روانگی کا علم ہوا تو وہ تین رات کی مسافت پر انہیں جا کر ملے اور پوچھا کہ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا: عراق کا۔ اس وقت ان کے پاس بہت سے خطوط اور طوامیر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے خط اور ان کی بیعت کا ریکارڈ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے ان پاس نہ جائیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت میں ایک چیز کو چن لینے کا اختیار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو چن لیا اور دنیا کو چھوڑ دیا۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ہیں۔ خدا کی قسم! آپ میں سے کسی کو بھی حکومت نہ ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز عطا فرمانے کیلئے آپ کو اس چیز سے محروم رکھا ہے، لیکن آپ نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ سے لپٹ گئے اور رو رو کر کہا کہ آپ کو اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امام کے جانے کا غم:

یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ ہم کو عبیدہ نے اور ان کو سلیم ابن حیان نے

طریق سعد بن مینار روایت کی ہے جس میں سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے مقدر کی طرف جلدی ہی نکل گئے۔ خدا کی قسم! اگر میں ان تک پہنچ پاتا تو انہیں ہرگز نہ جانے دیتا اس کے کہ آپ مجھ پر غالب آجاتے۔ بنی ہاشم نے یہ امر حاصل کیا اور انہی پر اس کا اختتام ہوگا۔ جب تم کسی ہاشمی کو تخت نشین دیکھو تو سمجھو کہ زمانہ رخصت ہوگیا۔

فائدہ:

میں (امام ابن کثیر) کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ مصر کا فاطمی خاندان اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ تھے جیسے کہ بہت سے ائمہ نے تصریح کی ہے اور جس کو ہم اس کے موقع پر بیان کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا منع کرنا:

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر الحمیدی نے سفیان سے اور ان کو عبداللہ بن شریک نے بہ طریق بشیر بن غالب روایت کی ہے کہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس قوم کی طرف جنہوں نے آپ کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی؟ آپ نے جواب دیا کہ فلاں فلاں مقام پر میرا قتل ہونا اس سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے مکہ المکرمہ کی حرمت پامال ہو۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھے میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے ہشام بن یوسف سے اور انہوں نے معمر سے اور انہوں نے ایک شخص سے اور اس شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے۔ آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس چالیس ہزار بیعت نامے آئے ہیں کہ یہ لوگ میرے ساتھ ہیں۔ اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ اس قوم کے پاس جائیں گے

جو انہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نکال دیا؟

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے شخص کے بارے میں معمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ زبیر کہتے ہیں کہ میرے چچا نے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حدیث بن عباس سے روایت ہے۔

واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے یہ واقعہ مختلف اور مبسوط اور حسن اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بہ طریق علی بن محمد عن یحییٰ بن اسماعیل بن ابی المہاجر عن ابیہ اور بہ طریق لوط بن یحییٰ عامری عن محمد بن بشیر ہمدانی وغیرہ اور بہ طریق محمد بن حجاج عن عبدالملک بن عمیر عن ہارون بن عیسیٰ بن یونس بن اسحاق عن ابیہ اور بہ طریق یحییٰ بن سعد کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی مجھ سے یہ حدیث بیان کیا ہے۔ میں نے ان کی یہ تمام حدیثیں مقتل حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان کر دی ہیں۔

اہل کوفہ اقتدار کیلئے ہمارا خون بہانا چاہتے ہیں: (امام حسین رضی اللہ عنہ)

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کیلئے بیعت لی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے یزید کی بیعت نہ کی تھی۔ (اس لیے) اہل کوفہ حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ لکھ کر اپنے پاس بلاتے رہے لیکن آپ نے ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ پھر ان میں سے بعض لوگ محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ سارا حال کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے نام سے دنیا کا اقتدار اور شہرت حاصل کرنے کیلئے ہمارا اور لوگوں کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

اہل کوفہ بے وفا ظالم ہیں: (حضرت ابوسعید خدری)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان دنوں میں مغموم اور متذبذب رہے کبھی ان کے پاس چلے جانے کا ارادہ فرماتے اور کبھی ان سے دور اور الگ رہنے کا۔ اسی اثناء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور اور کہا کہ اے ابوعبداللہ! میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ میں آپ کا ہمدرد ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے طرفداروں نے کوفہ سے خط لکھے ہیں اور آپ کو اپنے پاس بلایا ہے۔ آپ ان کے پاس ہرگز نہ جائیں۔ میں نے کوفہ میں آپ کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کی قسم! میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور ان سے نفرت کرتا ہوں اور اسی طرح سے وہ بھی مجھ سے اکتا چکے ہیں۔ ان سے وفا کی قطعاً امید نہیں جس کو ان لوگوں کا تعاون حاصل ہوا گویا کہ اس نے نشانہ سے خطا جانے والا تیر حاصل کیا۔ خدا کی قسم! یہ لوگ کسی امر پر ثابت قدم رہنے والے نہیں اور نہ یہ پختہ عزم رکھتے ہیں۔ یہ لوگ تلوار کے سامنے صبر و استقلال کے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جنگ کیلئے اکسانا:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسیب بن عتبہ فزاری اپنے چند رفقاء کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کرنے پر انہیں اکسایا اور کہا کہ اس بارے میں ہمیں آپ کی اور آپ کے بھائی کی رائے کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو جنگ سے ہاتھ روکنے کا اجر دے گا، اور مجھے ان ظالموں سے جنگ کرنے کی نیت کا اجر دے گا۔

امیر معاویہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط:

مروان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ فتنہ انگیزی کی کمین گاہ نہ بن جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی طویل جنگ ہوگی۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ بھیجا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھے، اس پر لازم ہے کہ اپنے عہد کو پورا کرے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ میں سے بعض لوگوں نے تفرقہ ڈالنے کیلئے آپ کو بلایا ہے۔ اہل عراق کا آپ کو تجربہ ہے کہ کس طرح انہوں نے آپ کے والد سے اور پھر آپ کے بھائی سے بے وفائی کی۔ پس اللہ سے ڈریں اور اپنے عہد کو یاد رکھیں۔ اگر آپ نے میرے ساتھ فریب کیا تو میں بھی آپ کے ساتھ فریب کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب:

اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ کا خط مجھے ملا۔ میرے بارے میں جو خبریں آپ کو پہنچی ہیں میرا وہ ارادہ نہیں ہے، اور نیکی کی طرف تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے۔ آپ سے جنگ کرنے اور ان کی مخالفت کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ آپ سے جنگ نہ کرنے کا خدا کے سامنے میرے پاس کوئی عذر ہے۔ آپ کی حکومت سے بڑھ کر امت پر اور کوئی فتنہ نہیں۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام حسین کی کنیت) سے ہمیں فساد کے سوا کوئی شے متوقع نہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط:

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعض اطلاعات کی بنا پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے سر میں بغاوت اور میرے ہے اگر کوئی ایسا موقع آیا تو میری خواہش ہے کہ آپ سے درگزر کروں گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے وصیت:

روایت ہے کہ مرتے وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو بلا کر اسے

وصیتیں کیں اور من جملہ ان کے یہ بھی کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے بیٹے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر احسان و مروت کی نظر رکھنا۔ وہ لوگوں میں بہت مقبول ہیں۔ ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان سے نرم برتاؤ کرنا۔ اس طرح تمہاری حکومت مامون رہے گی۔ اگر انہوں نے کوئی فتنہ کھڑا کیا تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ان لوگوں کے ساتھ کافی ہے جنھوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور جو ان کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ گئے۔

وصال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف رجب المرجب ۶۰ ہجری کی رات کو وفات پائی اور لوگوں نے یزید کی بیعت کی۔ یزید نے عبداللہ بن عمرو بن اویس عامری عامر بن لوئ کے ہاتھ امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مراسلہ بھیجا کہ لوگوں کو بلا کر ان سے بیعت لو۔ بیعت لینے کا کام قریش کے سرکردہ لوگوں سے شروع کرنا۔ خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سب سے پہلے بیعت لینا۔ امیر المومنین (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے ان کے ساتھ نرمی کرنے اور ان سے صلاح مشورے لینے کا عہد لیا ہے۔ ولید نے اسی وقت آدمی رات کو حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دی اور پھر ان سے یزید بن معاویہ کی بیعت کا تقاضا کیا۔ انہوں نے کہا کہ صبح تک انتظار کریں تاکہ ہم دیکھیں کہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جلدی سے فوراً باہر نکل گئے اور ان کے ساتھ عبداللہ ابن زبیر بھی باہر آ گئے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ وہی یزید ہی تو ہے جسے ہم جانتے ہیں۔ خدا کی قسم! اس میں نہ مروت ہے اور نہ پاس عہد۔ ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ذرا سختی سے بھی پکڑا لیکن آپ نے اسے گالیاں دیں اور اسکے سر سے اس کی پگڑی کھینچ کر اتار پھینکی۔ ولید نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام حسین کی کنیت) شر کو ہوا دے رہے ہیں۔ اس پر

مروان نے یا کسی اور جلیس نے کہا کہ اسے قتل کر دو لیکن ولید نے کہا کہ یہ بنی مناف کا گراں بہا اور قابل صد (یعنی تمام کائنات امام حسین رضی اللہ عنہ اعلیٰ مقام رکھتے ہیں) احترام خون ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ راتوں رات مکہ چلے گئے۔ صبح ہوئی تو لوگ علی الصباح بیعت کرنے کیلئے آ گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا لیکن وہ نہ مل سکے۔

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے فوراً چلے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قیام مکہ سے برگشتہ کرتے رہے اور انہیں امیدیں دلاتے رہے تاکہ وہ ان کیلئے مکہ کو خالی چھوڑ جائیں۔ جب یہ دونوں مکہ پہنچے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دار عباس میں قیام فرمایا اور عبداللہ ابن زبیر حجر یعنی حطیم میں مقیم ہو گئے اور لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ نیز وہ صبح و شام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور انہیں عراق چلے جانے کے مشورے دیتے رہتے اور کہتے کہ اہل عراق آپکے اور آپ کے والد کے طرفدار ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہیں عراق جانے سے روکتے تھے۔

عراق نہ جائیں اپنی ذات سے مستفیض فرمائیں:

عبیداللہ بن مطیع نے آپ سے کہا کہ میں اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، عراق کو نہ جائیں اور ہمیں اپنی ذات سے مستفیض فرماتے رہیں۔ خدا کی قسم! اگر اس قوم نے آپ کو قتل کر دیا تو وہ ہم کو اپنے غلام اور خدمتگار بنا لیں گے۔

مقام ابواء پر ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

مؤرخین کہتے ہیں کہ عمرہ سے واپسی پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ربیعہ کی ابواء کے مقام پر حضرت حسین اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن عمر نے ان سے کہا کہ خدا کے واسطے واپس لوٹ چلو اور نیک کام میں شریک ہو جاؤ جس میں دوسرے لوگ شامل ہیں۔ پھر وقت کا انتظار کرو۔ اگر لوگ اس پر متفق ہو جائیں تو تشدد کی راہ اختیار نہ کرو۔ اور اگر ان میں پھوٹ پڑ جائے تو وہی کچھ ہوگا جو تم چاہتے ہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مدینہ سے نہ نکلیں۔ رسول اللہ ﷺ کو دنیا و آخرت میں سے ایک چیز کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آخرت کو اختیار کیا اور کیونکہ آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لخت جگر ہیں، اس لیے آپ دنیا کو نہ پا سکیں گے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ کے گلے سے لگ کر روئے اور انہیں الوداع کہا۔

اجتماعی زندگی بہتر ہے:

حضرت ابن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہم سے زبردستی چلے گئے، حالانکہ میری جان کی قسم! وہ اپنے والد اور اپنے بھائی کے ایام سے عبرت حاصل کر چکے تھے۔ اس زمانے کے قصے اور لوگوں کی بے رخی آپ کے سامنے تھے۔ انہیں چاہیے تھا کہ زندگی بھر کوئی تحرک نہ کرتے اور مصالحت کر کے لوگوں کے ساتھ اس کام میں شامل ہو جاتے، کیونکہ اجتماعی زندگی بہتر ہے۔

صحابہ کرام کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے رفقاء کی طرف عراق۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا یہ سفر مجھے ناپسند ہے۔ کیا آپ اُن لوگوں کے پاس جاتے ہیں، جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی پر زبان درازی کی؟ اور وہ ان سے بیزار اور آزردہ ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ آئے۔ خدا کیلئے آپ اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں۔

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے زبردستی مدینہ سے چلے آئے۔ میں نے کہا کہ اپنے آپ پر ترس کھائیں۔ گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کریں۔

☆ ابوواقد لیثی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خروج کی خبر ملی تو میں علی الفور چند ہمراہیوں کے ساتھ ان کے پاس گیا اور خدا کی قسم دے کر انہیں کہا کہ آپ خروج نہ کریں۔ جو شخص بلاوجہ حملہ کرتا ہے وہ اپنے آپ کو قتل کیلئے پیش کرتا ہے لیکن آپ نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بات کی اور کہا کہ خدا سے ڈریں اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑائیں۔ خدا کی قسم! آپ جو کام کر رہے ہیں اسے سراہا نہ جائے گا لیکن آپ نے میرا کہا نہ مانا۔

☆ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج نہ کرتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا۔

☆ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ اہل عراق کو پہچانتے اور ان کے پاس نہ جاتے، لیکن ابن زبیر نے آپ کی ڈھارس بندھائی (اور آپ روانہ ہو گئے)

☆ مسور بن مخرمہ نے آپ کو لکھا کہ خبردار! اہل عراق کے مکتوبات اور ابن زبیر کے اس قول کے فریب میں نہ آئیں، کہ آپ وہاں چلے جائیں، وہ آپ کی مدد کریں گے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حرم کو چھوڑ کر نہ جائیں اگر ان کو آپ کی حاجت ہے تو وہ خود اونٹوں کو ہانکتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوں گے اور اس طرح آپ قوت و جمعیت کے ساتھ روانہ ہوں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، میں اس بارے میں استخارہ کروں گا۔

حسین ارض بابل میں شہید ہونگے (فرمان رسول ﷺ):

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے آپ کے خروج کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دیا اور آپ کو اطاعت اور لزومِ جماعت کی درخواست کی اور آپ کو متنبہ کیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ پچھڑنے کے مقام کی طرف ہانکے جائیں گے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے: آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ امام حسین کو ارض بابل میں قتل کیا جائے گا، جب آپ نے خط پڑھا تو فرمایا کہ پھر تو میرے عراق کو جانے اور پچھاڑنے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام آئے اور کہا کہ اے ابن عم! میں دیکھتا ہوں کہ اہل عراق نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ان کے پاس جانا چاہتے ہیں؟ وہ دنیا کے غلام ہیں، جن لوگوں نے آپ سے اپنی حمایت و اعانت کے وعدے کیے ہیں، وہی آپ کے خلاف لڑیں گے اور آپ کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ خدا کیلئے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن عم! اللہ آپ کو جزائے خیر دے، جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اس پر ابوبکر نے کہا کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" ہم ابو عبداللہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

حکم نبی کی تعمیل کرونگا:

عبداللہ بن جعفر نے آپ کو خط لکھ کر اہل عراق سے بچے رہنے کا مشورہ دیا اور خدا کی قسم دے کر ان کی طرف کوچ نہ کرنے کی درخواست کی اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم فرمایا ہے جس کی میں تعمیل کروں گا اور میں اس امر سے اس وقت تک کسی کو مطلع نہ کروں گا تاوقتیکہ میں اس سے دوچار نہ ہو جاؤں۔

نائب الحرمین کا امام حسین کے نام خط:

نائب الحرمین عمرو بن سعید بن عاص نے آپ کو لکھا کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو رُشد و ہدایت کی راہ دکھائے اور آپ کو ہلاکت سے بچائے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے عراق جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو اختلاف اور عداوت سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، اگر آپ کو کوئی خطرہ لاحق ہے تو میرے پاس چلے آئیں۔ یہاں آپ کو امن و امان میسر ہوگا اور آپ سے صلہ رحمی اور نیک سلوک کا برتاؤ ہوگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ اگر آپ نے میرے ساتھ نیکی کرنے اور صلہ رحمی کرنے کی نیت سے یہ خط لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں اس کی جزائے خیر دے گا۔ جو شخص نیک عمل کرے اور اللہ کی طرف بلائے وہ مخالفت کرنے والا ہوتا ہے نہ تفرقہ ڈالنے والا۔ میں مسلمانوں میں سے ہوں اور بہترین امان اللہ کی ہے۔ جو شخص دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا ایمان کامل نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا میں ایسی محافت کے طلبگار ہیں جو قیامت کے دن خدا کے حضور میں ہمارے لیے امان کی موجب ہو۔

حضرت ابن عباس کے نام یزید کا خط:

مؤرخین کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ کو کوچ کر جانے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے خیال میں اہل عراق میں سے بعض ان کے پاس آئے ہیں اور انہیں خلافت کا لالچ دیا ہے۔ آپ اہل عراق کو اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ کو ان کا تجربہ ہے اگر واقعی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے تو انہوں نے قرابتداری کے مضبوط رشتے کو توڑ دیا ہے۔ آپ اپنے خاندان کے بزرگ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے منظورِ نظر ہیں۔ آپ ان کو افتراق و انتشار کی سعی سے باز رکھیں۔

اس کے علاوہ یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اور مکہ اور مدینہ میں رہنے والے قریش کو یہ اشعار لکھ بھیجے:

ترجمہ اشعار:

"اے سرکش و منہ زور سواری کے راکب، بے دھڑک چلنے والی مضبوط اونٹنی کے سوار۔ مسافت طویل ہے اور ملاقات مشکل، اس لیے قریش کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میرے اور حسین کے درمیان اللہ اور قرابتداری کا واسطہ ہے۔ میں انہیں صحن حرم کے قیام کا واسطہ دیتا ہوں اور اللہ کے عہد اور ہر اس چیز کی طرف ان کو متوجہ کرتا ہوں جو ایفائے عہد میں معاون ہو۔ تم نے اپنی ماں پر فخر کیا اور اپنی قوم کو اذیت پہنچائی، میری جان کی قسم! بے شک وہ ماں پاک دامن اور نیک اور ذی حرمت ہے۔ وہی (ایک ماں) ہے جس کی فضیلت کے قریب تک کوئی نہیں پہنچا، ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ خیر الناس اور اللہ کے رسول علیہ السلام کی بیٹی ہے۔ اسی کی فضیلت ہے آپ کی فضیلت ہے اور آپ کی قوم کے دوسرے لوگوں نے بھی اس کی فضیلت سے حصہ پایا ہے۔ میں جانتا ہوں یا مجھے علم کا سا ظن ہے، اور کبھی ظن سچا ہوتا ہے اور حقیقت بن جاتا ہے۔ عن قریب وہ تمہیں عقابوں اور گدھوں کی ضیافت کیلئے چھوڑ جائیں گے۔ اے ہماری قوم کے لوگو! جنگ کی بجھی ہوئی آگ کو مت بھڑکاؤ اور سلامتی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ لوگ تم سے صدیوں پہلے جنگ کا تجربہ کر چکے ہیں، جنگوں نے قوموں کی قومیں ہلاک کر ڈالی ہیں۔ پس اپنی قوم کیساتھ انصاف کرو اور جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔ اکثر غصیلوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔"

حضرت ابن عباس کا یزید کے نام خط:

اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مجھے امید ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج کسی ایسے امر کیلئے نہ ہوگا جو آپ پر گراں گزرے۔

میں انہیں نصیحت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا اور ہر ایسی بات ان سے کروں گا جس سے الفت زیادہ ہو اور جوش و اضطراب اور ہیجان کی آگ ٹھنڈی ہو۔

حضرت امام حسین اور ابن عباس کی گفتگو:

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے طویل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو تنبیہ کرتا ہوں کہ کل آپ کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا جائے گا۔ آپ عراق نہ جائیں اور اگر آپ کو جانا ہی ہے تو فی الحال یہیں مکہ میں قیام کریں۔ حج کے موسم میں جب لوگ یہاں آئیں تو آپ ان سے ملیں اور ان کا عندیہ معلوم کریں۔ اس کے بعد ہی آپ اپنی رائے قائم کریں۔ یہ بات چیت دس ذی الحجہ کو ہوئی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا اور عراق جانے پر مصر رہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! کل آپکو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے سامنے قتل کر دیا جائے گا اور میں ڈرتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ آپ ہی سے لیا جائیگا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ سٹھیا گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر یہ بات معیوب نہ ہوتی تو میں آپ کو آپ کے سر کے بالوں سے پکڑ لیتا اور آپ کو جبراً روک لیتا اور اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میرے آپ کے ساتھ لپٹ جانے اور آپ کے ساتھ گتھم گتھا ہو جانے سے آپ رک جائیں گے تو میں اس سے بھی دریغ نہ کروں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس طرح بھی نہ رکیں گے۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مکہ میں قتل ہونے اور اس شہر کی حرمت کو پامال کرنے کی بجائے فلاں فلاں مقام پر قتل ہونا پسند کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا کہ آپ نے اس فیصلہ سے ابن زبیر کو خوش کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ غصے میں آکر باہر نکل آئے۔ دروازے پر ابن زبیر مل گئے انہیں دیکھا تو کہا: اے ابن زبیر! اب تو تیری

مراد برآئی اور تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ یہ عبداللہ حجاز کو تیرے لیے خالی چھوڑ کر جا رہے ہیں اور پھر یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار:

"اے مقام معمر کی چنڈول چڑیا! فضا تیرے لیے خالی ہے، پس تو انڈے دے اور راگ الاپ۔ اور جب تک چاہے چونچ سے انڈوں کو توڑ کر ان میں سے بچے نکالتی رہ، مبارک ہو کہ تیرا صیاد مقتول ہے۔"

امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد مدینہ میں:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک قاصد کو مدینہ بھیج کر بنی عبدالمطلب کے چند نفوس کو مکہ المکرمہ بلوا لیا، جو مردوں، عورتوں اور آپ کے بھائیوں، بیٹیوں اور عورتوں کے بچوں پر مشتمل کل انیس افراد تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اس وقت آپ کا مکہ سے کوچ کرنا عقلمندی نہیں لیکن آپ نے ان کی بات نہ مانی۔ اس پر محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو آپ کے ساتھ جانے سے روک لیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا برا منایا اور کہا کہ کیا تم اپنے بیٹے کو مصیبت کے وقت میرے ساتھ جانے سے روکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس سے کیا فائدہ کہ آپ کے ساتھ ان سب پر بھی مصیبت آن پڑے؟ ہمارے نزدیک ان کی ہمراہی میں آپ کی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا۔

دس ذوالحج کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی:

اہل عراق نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے قاصد اور خطوط بھیجے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں چنانچہ آپ اپنے اہل بیت اہل کوفہ کے ساتھ افراد کے ساتھ ۱۰ ذی الحجہ بروز سوموار کو عراق کی جانب روانہ ہو گئے۔

ابن زبیر نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہیں قیام کریں اور خلافت پر مجھے نامزد کر دیں۔ آپ کی اطاعت ہوگی اور آپ کی نافرمانی نہ کی جائے گی۔ آپ نے کہا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا پھر وہ سرگوشیاں کرنے لگے تاکہ ہم ان کی باتیں نہ سن سکیں۔ حتی کہ دوپہر لے وقت ہم نے منادی کرنے والے کو منیٰ کی طرف جانے کا اعلان کرتے سنا۔

کوفہ روانگی سے قبل حج وعمرہ:

عبداللہ بن سلیم اور منذر بن شمعل کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور اپنے بال ترشوا کر عمرہ سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد آپ کوفہ کو روانہ ہو گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منیٰ کو چلے گئے۔

امیر مکہ کا کوفہ جانے سے منع کرنا:

ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے تو امیر مکہ عمرو بن سعید کے آدمیوں نے، جو عمرو بن سید کے بھائی یحیٰی ابن سعید کی زیر کمان تھے۔ آپ کا راستہ روک لیا اور کہا کہ واپس چلے جاؤ، کہاں جا رہے ہو؟ لیکن آپ نے انکار کر دیا اور چل پڑے۔ اس پر دونوں فریق باہم الجھ پڑے حتی کہ انہوں نے کوڑوں اور ڈنڈوں سے ایک دوسرے کی پٹائی کی۔ آخر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے سخت مقابلے کے بعد راستہ بنا لیا اور اپنی منزل کی طرف چل دیے۔ یحیٰی نے پکار کر کہا کہ اے حسین! کیا آپ خدا سے نہیں ڈرتے؟ امت کے ایک کلمہ پر جمع ہو جانے کے بعد آپ ان میں پھوٹ ڈال رہے ہیں؟ اور خود بھی جماعت کو ترک کر رہے ہیں؟ اس پر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ترجمہ: "میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے میں بری ہوں۔"

﴿سورۂ یونس﴾

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تنعیم سے گزرے تو انہیں ایک قافلہ ملا جسے امیر یمن بجیر بن زیاد حمیری نے یمن سے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا تھا اور جن کے پاس ورس اور بہت سی پوشاکیں تھیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ انہیں پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور شتربانوں سے اجرت طے کر کے انہیں کوفہ تک کا کرایہ دے دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی فرزدق سے ملاقات:

اسکے بعد ابو مخنف پہلی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرزدق کی کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے اور آپ کو وہ چیز عطا فرمائے جس کے آپ طلبگار ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ قضا آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ پہلے بھی اختیار اللہ کو تھا اور اب بھی اسی کو ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمارے رب کی ہر روز نئی شان ہے، اگر قضائے الٰہی وہی ہے جو ہم چاہتے ہیں تو ہم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اگر اللہ کی مشیت ہماری آرزو اور خواہش کے برعکس ہے تو جس کی نیت صالح ہو اور جو طبعاً متقی ہو وہ اس کی شکایت نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور السلام علیکم کہہ کر چل دیے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

ہشام بن کلبی نے عوانہ بن حکم سے، انہوں نے لبطہ بن غالب ابن فرزدق سے اورانہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی ماں کے ساتھ حج ادا کیا جب میں سواری کو کھینچتا ہوا حرم میں داخل ہوا تو مکہ سے باہر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ ۶۰ ہجری کے ایام حج تھے۔ ان کے پاس تلواریں اورڈھالیں تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے فرزند رسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ حج کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار ہو جاتا پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عراقی ہوں۔ آپ نے لوگوں کا حال پوچھا تو میں نے کہا کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں پھر اسی طرح سے بیان کیا جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

فرزدق کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بعض اشیاء اورمناسک حج کے مسائل پوچھے۔ آپ نے مسائل بتائے تو میں نے دیکھا کہ برسام کی وجہ سے آپ کی زبان میں ثقل ہے۔ اس کے بعد میں روانہ ہو گیا۔

جب میں حرم میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک خوبصورت خیمہ نصب ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے حالات دریافت کیے تو میں نے کہا کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم ان کے ساتھ کیوں نہیں چلے گئے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اسلحہ اثر نہیں کر سکتا اور نہ آپ کو یا آپ کے اصحاب کو زخمی کر سکتا ہے۔ اس پر فرزدق پشیمان ہوا اور ابن عمرو کی باتوں سے متاثر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن جب اسے بعض انبیاء علیہم السلام کے قتل ہو جانے کا خیال آیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونے سے رک گیا۔ پھر جب اس نے سنا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے تو ابن عمرو کو کوسنے لگا۔ ابن عمرو

کے اس قول سے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا۔ یہ مراد تھی کہ جس اسلحہ سے آپ کا قتل ہونا مقدر نہیں، وہ آپ گھائل نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں چند اور اقوال بھی ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے فرزدق سے مذاق کیا تھا، پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور راستے میں ٹھہرے بغیر ذات عرق پر جا رکے۔

عبداللہ بن جعفر کا امام کو خط:

ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم مکہ سے روانہ ہوئے تو عبداللہ بن جعفر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے صاحبزادوں عون اور محمد کے ہاتھ ایک مراسلہ بھیجا جس میں لکھا کہ خدا کیلئے میرا یہ خط دیکھتے ہی واپس لوٹ آئیں، جو سفر آپ نے اختیار کیا ہے، مجھے اس میں آپکی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی کا خوف ہے۔ آج اگر آپ ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا۔ آپ ہدایت یافتوں کے رہنما اور مومنوں کا سہارا ہیں۔ سفر میں عجلت نہ کریں، اس خط کے پیچھے میں خود آ رہا ہوں۔

والسلام

اسکے بعد عبداللہ بن جعفر اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر مکہ عمرو بن سعید کے پاس جا کر انہیں کہا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیج دیں جس میں امان اور احسان و مروت اور صلہ رحمی کی ضمانت ہو اور واپس آنے کی اپیل ہو۔ شاید کہ وہ مطمئن ہو کر واپس آ جائیں۔ عمرو بن سعید نے کہا جو کچھ آپ لکھنا چاہیں میری طرف سے لکھ لائیں۔ میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ اس پر ابن جعفر نے جو کچھ لکھنا چاہا عمرو بن سعید کی طرف سے لکھ دیا اور اس نے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ اور آپ نے کہا کہ میرے ساتھ کسی آدمی کو امان کے طور پر بھیج دو۔ اس پر عمرو بن سعید نے اپنے بھائی یحییٰ کو آپ کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ یہ دونوں خط لے کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور ان کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ آپ نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک کام سرانجام دینے کا حکم فرمایا ہے، جس پر عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے تو فرمایا: یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں گا تاآنکہ میں اپنے رب عزوجل سے جا ملوں گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام خط:

ابو مخنف محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر وادیٔ ذی رمہ میں الحاجر کے مقام پر پہنچ گئے۔ اس مقام سے آپ نے مسہر صیداوی کو یہ خط دے کر اہل کوفہ کی طرف بھیجا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے برادران اسلام کی طرف،

السلام علیکم!

میں تمہاری طرف اس اللہ کی حمد و ثناء کا ہدیہ بھیجتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں

امابعد!

مجھے مسلم بن عقیل کا وہ خط، جس میں اس نے ہمارے متعلق حسن رائے اور ہماری حق طلبی میں اس کی نصرت و اعانت کیلئے آپ لوگوں کے اجتماع کی خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے اور تم کو اس (اعانت) کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں آٹھ ذی الحجہ بروز منگل یوم ترویہ کو مکہ سے روانہ ہوا ہوں۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچ جائے تو مخفی طور پر اپنا کام پوری جہد کے ساتھ جاری رکھو۔ انشاء اللہ میں انہی ایام میں پہنچنے والا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط ان کے قتل ہونے سے ستائیس روز پہلے

مل چکا تھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ خفیہ نویس اپنے صاحبوں سے غلط بیانی نہیں کرسکتا۔ تمام اہل کوفہ آپکے ساتھ ہیں۔ میرا یہ خط پڑھتے ہی اِدھر کو روانہ ہو جائیں۔
والسلام علیکم

امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد کا بے دردی سے قتل:

قیس بن مسہر صیداوی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مراسلہ لے کر کوفہ کو روانہ ہوگیا۔ جب وہ قادسیہ پہنچا تو حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے اسے کہا کہ محل کے اوپر چڑھ جاؤ اور کذاب بن کذاب علی بن ابی طالب اور اس کے بیٹے حسین کو گالیاں دو، قیس صیداوی اوپر چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو! امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بہتر مخلوق ہے۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ میں انہیں بطن ذی رمہ میں حاجر کے مقام پر چھوڑ آیا ہوں۔ ان کی بات کو سنو اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ پھر اس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مغفرت کیلئے دعا مانگی۔ اس پر ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا جس سے اس کی دھجیاں اڑ گئیں اور ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ ابھی کچھ رمق باقی تھی کہ عبدالملک بن عمیر بجلی نے اٹھ کر اسے ذبح کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے عذاب سے نجات دلانے کیلئے ذبح کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صیداوی کی شہ رگ کاٹنے والا عبدالملک بن عمیر نہ تھا بلکہ اس کا ہم شکل کوئی اور شخص تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لانے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر تھا اور اسی کو قصر سے گرایا گیا تھا۔ واللہ اعلم

اسکے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے حالات سے بے خبر سفر کوفہ پر روانہ ہوگئے۔

لوگوں کا ہمراہ جانا:

ابو مخنف نے ابو علی انصاری سے اور انہوں نے بکر بن مصعب مزنی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عرب کے جس چشمہ پر سے گزرتے وہاں سے کچھ لوگ آپ کے ہمراہ ہو جاتے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع:

ابو مخنف نے ابی جناب بن حرملہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن سلیم اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے۔ جس میں عبداللہ بن سلیم اور منذر بن مشمعل کہتے ہیں کہ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونے کے علاوہ اور کوئی رغبت نہ تھی چنانچہ ہم نے انہیں جا لیا۔ اتنے میں آپ کا گزر بنی اسد کے ایک آدمی کے قریب سے ہوا تو آپ نے اس سے بات چیت کرنے اور اس سے حالات دریافت کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن پھر یہ خیال ترک کر دیا۔ اس کے بعد ہم اس شخص کے پاس گئے اور اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ جب میں کوفہ سے نکلا تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے اور لوگ انکوٹانگوں سے پکڑ کر بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے۔

عبداللہ اور منذر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں یہ خبر سنائی تو آپ نے کئی بار "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ ہم نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ اللہ! آپ اپنے آپ کی فکر کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مسلم اور ہانی کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں آپ کی مساعدت و یاوری فرمائے۔ آپ کے اصحاب میں سے بعض نے کہا کہ خدا کی قسم! آپ ابن عقیل کی طرح نہیں جب آپ کوفہ پہنچیں گے تو لوگ آپ کی طرف لپک کر آئیں گے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سنی تو بنی عقیل بن ابی طالب تڑپ کر اٹھے اور کہا کہ خدا کی قسم! ہرگز نہیں! ہم خون کا بدلہ لیے بغیر ہرگز نہ لوٹیں گے۔ یا اپنے بھائی ابن عقیل کی طرف موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔

قافلہ والوں سے فرمایا: "جو جانا چاہتا ہے جا سکتا ہے"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سفر جاری رکھا حتی کہ جب آپ مقام زرود پر پہنچے تو آپ کو اپنے اس قاصد (قیس بن مسہر صیداوی) کے قتل کی خبر ملی جسے آپ نے مکہ سے روانگی کے بعد اپنا مکتوب دے کر مقام حاجر سے روانہ کیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہمارے طرفداروں ہی نے ہم سے بے وفائی کی جو واپس جانا چاہے بخوشی چلا جائے، ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ اس پر دائیں بائیں سے چھٹ کر لوگ بکھر گئے حتی کہ وہی لوگ باقی رہ گئے جو مکہ سے چلے تھے۔ آپ نے یہ اعلان اس لیے فرمایا کہ آپ کے خیال میں اعراب میں سے جو لوگ آپ کے ساتھ مل گئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ آپ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جس میں رہنے والوں نے آپ کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس لیے آپ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ صحیح حالات جانے بغیر وہ آپ کے ہمراہ چلیں۔ نیز آپ جانتے تھے کہ جب انہیں صحیح حالات معلوم ہوں گے تو آپ کے ہمراہ صرف وہی لوگ جائیں گے جو آپ کے ساتھ جان کی بازی لگانے پر بھی تیار ہوں گے۔ سحری کے وقت آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ خوب سیر ہو کر پانی پی لو۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے بطن عقبہ میں جا کر قیام کیا۔

اہل کوفہ مجھے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں:

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے ان کو جعفر بن سلیمان نے

اور جعفر کو یزید الرشک نے ایک ایسے شخص کے واسطہ سے روایت کی ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہم کلام ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک وسیع اور بے آب وگیاہ میدان میں، خیمے نصب کیے ہوئے دیکھے تو پوچھا کہ یہ کس کے خیمے ہیں؟ اس شخص کا بیان ہے کہ میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ بہ عالم پیری قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ اس چٹیل میدان میں جہاں کوئی بشر نہیں کیوں خیمہ زن ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اہل کوفہ کے مکتوبات ہیں جو انہوں نے میری طرف بھیجے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ مجھے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو بھی پامال کرنے سے دریغ نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے لوگ مسلط کر دے گا جو انہیں ذلیل وخوار کریں گے اور ان کی عزت لونڈی کی اوڑھنی کے برابر بھی نہ ہوگی۔

علی بن محمد نے حسن بن دینار سے اور انہوں نے معاویہ بن قرۃ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ! تم مجھ پر ایسا ظلم کرو گے، جیسا ظلم کہ بنی اسرائیل نے یوم سبت میں کیا تھا۔

علی بن محمد نے جعفر بن سلیمان ضبعی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ قتل کیے بغیر مجھے نہ چھوڑیں گے، اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسا حاکم مسلط کرے گا جو ان کی تذلیل کرے گا حتی کہ وہ لونڈی کے دوپٹہ سے بھی ذلیل تر ہوں گے۔ آخر آپ کو ۶۱ ہجری میں عاشورہ کے روز نینوئی کے مقام پر شہید کر دیا گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیلئے چار ہزار فوج:

یعقوب بن سفیان نے ابوبکر حمیدی سے اور انہوں نے سفیان سے اور انہوں نے شہاب بن حراش سے اور شہاب نے اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کی ہے

کہ میں ابن زیاد کی اس فوج میں شامل تھا جسے اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر بھیجا تھا، اس فوج کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ فوج دیلم پر حملہ کرنے کیلئے تیار تھی لیکن ابن زیاد نے دیلم کی طرف روانگی روک کر اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر بھیج دیا۔

اس شخص کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ آپ کے سر اور آپ کی داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ میں نے کہا: السلام علیک یا ابا عبداللہ! آپ نے فرمایا: وعلیک السلام۔ آپ کی آواز میں غنہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ رات بھر تمہارے چوکیدار تلواریں سونتے چوری چھپے پھرتے رہے ہیں۔ شہاب کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات زید بن علی کو سنائی تو وہ بہت مسرور ہوئے کیونکہ ان کی آواز میں بھی غنہ تھا۔

سفیان ابن عینیہ کہتے ہیں کہ غنہ آل حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش سرشت تھی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعا:

ابو مخنف نے ابو خالد کاہلی سے روایت کی ہے کہ صبح کو جب (دشمن کے) سوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہر مصیبت میں مجھے تیری ذات پر بھروسہ ہے اور ہر شدت میں مجھے تیرا ہی آسرا ہے اور ہر نازل ہونے والی افتاد میں تو ہی میرا ملجا ہے۔ کتنے ہی غم ہیں جن میں دل بیٹھ جاتے ہیں، حیلے ناکام ہو جاتے ہیں اور دوست کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور دشمن ہنستے ہیں۔ میں نے ہر مصیبت میں تمام رشتے توڑ کر صرف تجھی کو پکارا اور تجھی سے التجا کی، تو نے میری مشکلیں آسان کر دیں۔ دُکھ ٹال دیئے اور دوسروں سے مستغنی کر دیا۔ پس تو ہی میرے لیے ہر نعمت کا والی ہے، تو ہی میرا محسن ہے اور تو ہی میرا آخری سہارا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں:

ابو عبید القاسم بن سلام کہتے ہیں کہ مجھ سے حجاج بن محمد اور ان سے ابو معشر نے اپنے بعض مشائخ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ سرزمین کربلا میں اترا تو آپ نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کرب اور بلا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرطیں:

ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کیلئے عمر بن سعد کو بھیجا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ ایک یہ کہ میرا پیچھا چھوڑ دو اور میں جدھر سے آیا ہوں، اسی طرف کو واپس چلا جاتا ہوں، اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور وہ میرے بارے اپنی مرضی کا فیصلہ کر لے گا اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو مجھے بلادِ ترک کی طرف جانے دو۔ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ میرے جسم میں جان ہے۔

عمر بن سعد نے یہ شرائط ابن زیاد کو بھیج دیں۔ ابن زیاد نے آپ کو یزید کے پاس بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تو شمر بن ذی الجوشن بول اٹھا کہ نہیں، اسے آپ ہی کا حکم تسلیم کرنا ہوگا۔ چنانچہ ابن زیاد نے (اپنا ارادہ بدل لیا اور) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی پیغام بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں؟ خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ابن زیاد کے سپرد نہ کروں گا۔ عمر بن سعد امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے کتراتا رہا۔ اس پر ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیج دیا اور اسے کہا کہ اگر عمر قافلہ حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرے تو مقاتلہ میں اس کے ساتھ شامل ہو جانا اور نہ عمر کو قتل کر دینا اور فوج کی کمان خود سنبھال لینا۔ میں نے اس امر پر تم کو تعینات کر دیا ہے۔ عمر بن سعد کے

ہمراہ اہل کوفہ میں سے تقریباً تیس اعیانِ سلطنت بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند نے تمہارے سامنے تین شرطیں رکھی ہیں، کیا تم کو ان میں سے کوئی شرط بھی منظور نہیں؟ یہ کہہ کر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ پر پہلا تیر:

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ہم سے سعید بن سلیمان نے اور ان سے عباد بن العوام نے اور ان سے حصین نے روایت کی ہے کہ میں نے مقتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو سعد بن عبیدہ نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دھاری دار جبہ پہنے دیکھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص عمرو بن خالد طہوی نے تیر چلایا جو، میں نے دیکھا کہ آپ کے جبہ میں پیوست ہو گیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عمار رازی نے اور ان سے سعید ابن سلیمان نے اور ان سے عباد بن العوام نے اور ان سے حصین نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک لاکھ کی جمعیت آپ کے ساتھ ہے۔ اس پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ اسکے بعد انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

شام اور بصرہ کے راستوں کی ناکہ بندی:

حصین سے بہ طریق ہلال بن یساف روایت ہے کہ ابن زیاد نے عوام الناس کو حکم دیا کہ واقصہ کے موقع پر شام اور بصرہ کو جانے والے راستوں کے درمیانی علاقوں کی ناکہ بندی کرو اور ہر آنے جانے والے کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھو۔

اِدھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حالات سے بے خبر اپنے سفر پر گامزن تھے۔ حتیٰ کہ (راستے میں) آپ کو چند دیہاتی ملے۔ آپ نے ان سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ اب آپ آزادانہ نقل و

حرکت نہیں کر سکتے۔ اس پر آپ نے اپنے سفر کا رخ یزید بن معاویہ کی طرف موڑ دیا۔ کربلا کے مقام پر (ابن زیاد کی) فوجیں آن ملیں۔ اس پر آپ وہیں اتر پڑے اور ان کو اللہ اور اسلام کے واسطے دینے لگے۔ ابن زیاد نے آپ کے مقابلے میں عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو بھیجا تھا۔ آپ نے انہیں خدا اور اسلام کے واسطے دے دے کر کہا کہ مجھے یزید ابن معاویہ کی طرف لے چلو، میں اپنا معاملہ اس کے سپرد کروں گا۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور کہا کہ تم کو ابن زیاد کا حکم تسلیم کرنا ہوگا۔ ان کے ساتھ جو لوگ آئے تھے، ان میں سے ایک حر بن یزید حنظلی ثم نہشلی بھی تھے جو گھوڑے سواروں پر افسر تھے، جب حر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سنیں تو (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ کیا تم ان تجویزوں میں سے، جو انہوں نے پیش کی ہیں، کسی ایک کو بھی قبول نہیں کرتے؟ خدا کی قسم! اگر کوئی ترک یا دیلمی بھی یہ شرطیں پیش کرتا تو ان کو رد کر دینا تمہارے لیے جائز نہ تھا۔ لیکن انہوں نے ابن زیاد کی اطاعت کے سوا سارے مطالبے مسترد کر دیئے۔ اس پر حر نے اپنے گھوڑے کے منہ پر ضرب لگائی اور قافلہ امام حسین رضی اللہ عنہ جا پہنچے۔ اہل قافلہ نے سمجھا کہ حر ان کے ساتھ لڑنے کیلئے آ رہے ہیں لیکن جب وہ ان کے قریب پہنچے تو اپنی ڈھال کا رخ موڑ دیا، پھر اہل قافلہ کو سلام کیا اور پلٹ کر ابن زیاد کے اصحاب پر حملہ کر دیا، آپ نے دو افراد کو قتل کیا اور پھر خود شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

ابن زیاد سے گفتگو ناکام:

راویت ہے کہ زہیر بن قیس بجلی حج کو گئے اور واپسی پر راستے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور ان کے ساتھ ہو لیے۔

ادھر ابن زیاد نے ابن ابی مخرمہ مرادی کو اور دوسرے دو آدمیوں عمرو بن حجاج اور معن سلمی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ آپ وحاری دراجبہ پہنے ان

سے باتیں کرتے رہے اور جب فارغ ہو کر واپس لوٹے تو بنی تمیم کے ایک شخص عمرو طہوی نے تاک کر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تیر مارا جو آپ کے جبے میں پیوست ہو گیا۔ جب بات چیت ناکام ہو گئی اور آپ اپنی قیامگاہ پر واپس آ گئے تو میں نے اندازہ کیا کہ آپ کا قافلہ تقریباً ایک سو نفوس پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پانچ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی صلب سے، سولہ بنی ہاشم سے، ایک ان کے حلیف قبیلہ بنی کنانہ سے اور ایک ابن زیاد کا چچا زاد بھائی تھا۔

اور حصین نے سعد بن عبیداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم گرمی کی وجہ سے عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں گھسے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور عمر بن سعد سے سرگوشی میں کہا کہ ابن زیاد نے جویریہ ابن بدر تمیمی کو یہ حکم دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اگر آج تم قوم پر حملہ نہ کرو تو وہ تمہاری گردن اڑا دیگا۔ یہ سنتے ہی عمر چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنا اسلحہ منگوا کر گھوڑے کی پیٹھ پر ہی سامان حرب سے لیس ہوا اور آنِ واحد میں فوج کو للکار کر حملہ کر دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا رأسِ مبارک (کاٹ کر) ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے سر کو اپنے سامنے رکھا اور آپ کی ناک میں اپنی چھڑی ڈال کر کہنے لگا کہ ابو عبداللہ کے کچھ بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی عورتوں اور بیٹیوں اور بچوں کو لایا گیا۔ ان کے ساتھ ابن زیاد کا بہتر سلوک یہ تھا کہ ان کی رہائش کیلئے اس نے علیحدہ مکان فراہم کیا اور ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کر دیا۔ ان میں سے عبداللہ بن جعفر یا ابن ابی جعفر کی اولاد میں سے دو لڑکے بھاگ کر بنی طے کے ایک شخص کے پاس پہنچے اور اس سے امان طلب کی لیکن اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے سر ابن زیاد کے سامنے لا رکھے۔ ابن زیاد نے اس طائی کا گھر مسمار کرا دیا لیکن اسے قتل کر دینے کا صرف ارادہ ہی کر کے رہ گیا۔

حصین معاویہ بن ابی سفیان کے ایک غلام کے حوالے سے بیان ہے کہ جب

حضرت امام حسین ﷛ کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے سر مبارک کو اپنے سامنے رکھا اور رو رو کر کہا: اگر حضرت امام حسین ﷛ اور ابن زیاد کے درمیان قرابتداری کا رشتہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

شہادت حسین پر دیواریں خون آلود:

حصین کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسین ﷛ کو شہید کر دیا گیا تو دو یا تین مہینے طلوع آفتاب سے چاشت کے وقت تک دیواریں خون آلود نظر آتی تھیں۔

ابومخنف نے لوذان سے اور انہوں نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین ص کے کسی چچا نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لیے جا رہے ہیں؟ جب آپ نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا تو آپ کے چچا نے کہا کہ خدا کے لئے واپس لوٹ جائیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے ساتھ قوم میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جو آپ کا دفاع کرے گا یا قتال میں آپ کا ساتھ دے گا اور اللہ کی قسم! یقیناً آپ نیزوں اور تلواروں کی بھینٹ چڑھنے جا رہے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو بلاوے بھیجے ہیں اگر وہ (آپ کو بلانے سے پہلے) تمام امور کی راہ ہموار کر دیتے اور آپ کو جنگ وجدال کی نوبت سے بچا لیتے اور اس کے بعد آپ وہاں جاتے تو ایک بات تھی۔ لیکن موجودہ حالات میں آپ کا وہاں جانا میری رائے میں درست نہیں۔

حضرت امام حسین ﷛ نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اور جو کچھ آپ نے سمجھا وہ مجھ سے مخفی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر پر کوئی بھی غالب نہیں۔ اس کے بعد آپ کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ خالد بن العاص نے خوب کہا ہے:

ترجمہ: ''بسا اوقات خیر خواہ ناصح بھٹک جاتا ہے، اور ظن وتخمین کرنے والے کا اندازہ صحیح ہوتا ہے۔''

اسی سال (۶۰ ہجری) لوگوں نے عمر بن سعید بن العاص کی امارت میں حج کیا۔ اس وقت وہ یزید کی طرف سے مکہ اور مدینہ دونوں شہروں کے عامل تھے۔

یزید نے رمضان المبارک ۶۰ ہجری میں ولید بن عتبہ کو معزول کر کے مدینہ کو بھی عمرو بن سعید کی عملداری میں دے دیا تھا اور حقیقت حال کا علم تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔

۶۱ ہجری کا آغاز اور واقعہ کربلا:

جب اس سال کا نیا چاند نظر آیا تو حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ مکہ اور عراق کے مابین اپنے اصحاب اور اپنے خویش واقارب کے ہمراہ کوفہ کے سفر پر گامزن تھے۔ مشہور قول کے مطابق جس کی واقدی اور دیگر کئی مؤرخین نے صحیح قرار دیا ہے، آپ اسی سال محرم کی دس تاریخ کو شہید ہوئے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کو اس سال کے ماہِ صفر میں شہید کیا گیا۔ لیکن پہلا قول صحیح تر ہے۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان:

جو اس بارے میں علم رکھنے والے ائمہ کے اقوال سے ماخوذ ہے او جو اہل تشیع کے زعم باطل اور صریح بہتان سے منزہ ہے۔

مقام شرف پر قیام اور حر کی آمد:

ابو مخنف نے ابو جناب سے، انہوں نے عدی بن حرملہ سے، انہوں نے عبداللہ بن حرملہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری ابن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ جب مقامِ شرف پر قیام فرمایا تو بوقت سحر اپنے رفقاء سے کہا کہ خوب سیر ہو کر پانی پی لو۔ اس کے بعد آپ سفر پر روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں دوپہر کے وقت آپ نے ایک شخص کو نعرہ تکبیر بلند کرتے سنا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے کس وجہ سے نعرہ لگایا۔ اس نے کہا کہ میں نے کھجوروں کے چھوٹے درخت دیکھے ہیں۔ ان دونوں اسدیوں نے کہا کہ اس جگہ تو آج تک کسی نے کھجوروں کے درخت نہیں دیکھے۔ حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے خیال میں اس نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑے سوار آرہے ہیں۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی ایسی پناہ گاہ ہے جس کی طرف ہم اپنی پیٹھیں پھیرلیں اور صرف ایک جانب سے حملہ آوروں کا مقابلہ کریں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ذوحم ایسا مقام ہے چنانچہ بائیں ہاتھ کو جا کر آپ نے اس مقام پر اپنے خیمے نصب کر لیے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا احباب واعداء سے خطاب:

حربن یزید کی قیادت میں ابن زیاد کا بھیجا ہوا ہراول دستہ جو ایک ہزار گھوڑے سواروں پر مشتمل تھا آ گیا اور عین دوپہر کے وقت جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء ابھی تیاری میں مصروف تھے اور تلواروں کے پرتلے ڈال رہے تھے، مقابلہ کیلئے آموجود ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ خوب سیر ہوکر پانی پی لو اور اپنے گھوڑوں کو بھی پلا لو اور دشمن کے گھوڑوں کو بھی پینے دو، جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے حجاج بن مسروق کو اذان دینے کا حکم دیا اور اس نے اذان کہی۔

اس کے بعد آپ تہبند باندھے چادر اوڑھے اور جوتے پہنے تشریف لائے اور احباب و اعداء سب سے خطاب فرمایا اور وہاں تک اپنے آنے کی وجوہات بیان فرمائیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اہل کوفہ نے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ اگر آپ ہمارے پاس آجائیں تو ہم آپ کی بیعت کریں گے اور بصورت جنگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ اس کے بعد نماز قائم ہوئی تو آپ نے حر سے پوچھا کہ کیا تم اپنے اصحاب کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھو گے؟ حر نے کہا کہ نہیں آپ امامت کریں اور ہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے چنانچہ آپ نے ان کے ہمراہ نماز پڑھی اور واپس اپنے خیمے میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے پاس

آپ کے اصحاب جمع ہو گئے۔ حر بھی اپنی فوج میں واپس چلا گیا اور دونوں فریق اپنی اپنی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

پھر جب عصر کا وقت ہوا تو آپ نے انہی کے ساتھ نماز پڑھی اور اس کے بعد انہیں سمع و اطاعت کی تلقین فرمائی اور ظلم وتعدی کرنے والے دوسرے مدعیان کی بیعت کو توڑ دینے کی ترغیب دی۔ حر نے کہا کہ ہم تو نہیں جانتے کہ یہ کیسے خط ہیں اور کس نے لکھے ہیں۔ آپ نے خطوں سے بھرے ہوئے دو تھیلے حر کے سامنے انڈیل دیئے، جن میں سے بعض خط حر نے پڑھے بھی۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ جن لوگوں نے آپ کو یہ خط لکھے ہیں، ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم کو تو یہ حکم ملا ہے کہ جب آپ ہم کو ملیں تو آپ کے ساتھ لگے رہیں اور آپ کو گھیر کر ابن زیاد کے پاس لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو سوار ہونے کا اذان فرمایا۔ جب وہ رجال ونساء سوار ہو گئے اور واپس لوٹنے لگے تو حر کے لشکر نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اس پر آپ نے حر سے فرمایا کہ تیری ماں تجھے روئے، تو کیا چاہتا ہے؟ حر نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر کوئی اور عرب یہی بات کہتا جو آپ نے کہی ہے اور وہ اس حالت میں ہوتا جس میں کہ اس وقت اپ ہیں تو میں ضرور اس سے بدلہ لیتا اور اس کی ماں کو نہ بخشتا لیکن میرے لیے تو اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں کہ جہاں تک ہو سکے میں آپ کی ماں کا نام عزت و احترام کے ساتھ لوں۔ اس کے بعد فریقین میں کچھ بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور بلاآخر حر نے کہا مجھے آپ کے پاس لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ مجھے تو صرف یہ حکم ملا ہے کہ میں آپ کے ساتھ لگا رہوں حتیٰ کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس کوفہ لے جاؤں۔ لیکن جب آپ اس سے انکار کرتے ہیں تو کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ کو جاتا ہو اور نہ مدینہ کو۔ اور اگر آپ چاہیں تو آپ یزید کو خط لکھ دیں لور میں ابن

زیاد کو لکھتا ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے جس سے میں آپ کے معاملہ میں آزمائش سے بچ جاؤں۔

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عذیب اور قادسیہ کو جانے والے راستہ سے بائیں جانب کو ہو لیے اور حر بن یزید آپ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ حر نے کہا کہ اے حسین! اللہ کیلئے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر آپ نے مقاتلہ کیا تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر آپ پر حملہ ہوا تو پھر بھی یقیناً آپ ہی ہلاک ہوں گے۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہا کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ لیکن میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ اخوالاوسی نے اپنے عم زاد سے کہا تھا۔ اخوالاوسی رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے چچازاد بھائی نے اسے کہا کہ کدھر جا رہے ہو؟ موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے۔ اسکے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار: ''میں ضرور جاؤں گا، نوجوان کیلئے مرنا کوئی عار کی بات نہیں ہے، جبکہ اس کی نیت بخیر ہو اور دین کی خاطر جہاد کر رہا ہو۔ اور اپنی جان دے کر نیک بندوں کیلئے (قابل تقلید) مثال قائم کرے۔ اور ذلت ورسوائی کی زندگی بسر کرنے سے خلاصی پائے۔''

۞......ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اشعار اس طرح پڑھے:

ترجمہ اشعار: ''میں ضرور جاؤں گا، اس شخص کیلئے موت عار نہیں ہے، جو حق کا قصد کرے اور مجرمانہ زیادتی نہ کرے۔ اگر میرا مقدر موت ہے تو مجھے اس پر کوئی ندامت نہیں اور اگر میں زندہ رہا تو پھر بھی کوئی غم نہیں، ذلت ورسوائی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔''

جب حر نے یہ اشعار سنے تو آپ سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے اصحاب کے ہمراہ چلتے رہے حتی کہ مقام عذیب الہجانات پر پہنچ گئے۔

قاصد سے کوفہ کے حالات دریافت کرنا:

اسی اثنا میں چار گھوڑے سوار جو کوفہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ رہے تھے۔ نافع بن ہلال اپنے گھوڑے جسے ''الکامل'' کہا جاتا تھا کے پہلو بہ پہلو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نمودار ہوئے، ان کا رہنما الطرماح بن عدی ایک گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

ترجمہ اشعار: ''اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے خوفزدہ نہ ہو اور طلوع فجر سے پہلے سرپٹ دوڑتی چلی جا۔ بہترین سواروں کو لے کر بہترین سفر پر حتی کہ شریف النسب انسان کے پاس اتار دے۔ معزز، آزاد اور کشادہ صدر (انسان) کو اللہ تعالیٰ نیک کام کیلئے لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تابقائے دہر سلامت رکھے۔''

حر نے قاصدوں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان مخل ہونے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے اسے ڈانٹ دیا، جب وہ تخلیہ میں آپ کے پاس گئے تو آپ نے ان سے اہل کوفہ کا حال پوچھا۔ مجمع بن عبداللہ عامری نے، جو کوفہ سے آنے والے قاصدوں میں سے ایک تھا کہ اشراف تو آپ کی مخالفت پر متحد ہیں، کیونکہ بڑی بڑی رشوتیں دے کر ان کی تجوریاں بھر دی گئی ہیں۔ ان کی دوستیاں اور وفاداریاں بدل گئی ہیں۔ ان سب نے آپ کے خلاف ایکا کر لیا ہے۔ البتہ عوام الناس کے دل آپکی طرف مائل ہیں لیکن کل ان کی تلواریں بھی آپکے خلاف سونتی ہوئی ہوں گی۔

اس کے بعد آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں میرے قاصد کا کوئی علم ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ کونسا قاصد؟ آپ نے فرمایا کہ قیس بن مسہر صیداوی، تو انہوں نے کہا کہ ہاں! اسے حصین بن نمیر نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے والد پر لعنت بھیجے لیکن اس نے آپ کیلئے اور آپ کے والد کیلئے دعائے مغفرت مانگی اور ابن

زیاد اور اسکے باپ پر لعنت بھیجی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی اور ان کو آپکے آنے کی خبر دی۔

اس پر ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کے اوپر سے نیچے گرا دیا گیا اور وہ جاں بحق ہوگیا۔ یہ سنکر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فمنهم من قضٰی نحبه و منهم من ينتظر

﴿سورۂ احزاب﴾

ترجمہ: ''ان میں سے کوئی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔''

۞......اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی:

''اے اللہ! ان کی ضیافت کیلئے انہیں جنت میں ٹھکانے عطا فرما اور انہیں اور ہم کو اپنے مرغوب ثواب اور اپنی رحمت کے جوار میں ایک ہی مستقر میں جمع فرما۔''

طرماح بن عدی کی امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیشکش:

طرماح بن عدی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذرا دیکھئے آپ کے ساتھ کتنے لوگ ہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ایک قلیل سی کمزور جماعت کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ کے رفقاء کیلئے تو یہی لوگ کافی ہیں جو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ابھی تو ان کے علاوہ ایک اور لشکر بھی آپ سے لڑنے کیلئے کوفہ سے باہر تیار کھڑا ہے۔ آپ ان سب کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ اس لیے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو ان کے ساتھ ایک بالشت بھر بھی آگے نہ بڑھیں، اگر آپ دشمنوں سے محفوظ مقام پر قیام کرنا چاہیں تو میں آپ کو اور بنی طے کے اَجاَ اور سلمٰی...... میں لے چلتا ہوں جو ملوک غسان اور حمیر اور نعمان بن منذر اور کالے اور گورے دشمنوں سے آج تک محفوظ رہے ہیں۔

اللہ کی قسم! ہم پر کبھی ذلت اور رسوائی نازل نہیں ہوئی، وہاں آپ جب تک چاہیں ہمارے پاس قیام فرمائیں اور اَجاً اور سلمٰی کے لوگوں کو اپنا پیغام بھیجیں۔ میں دس ہزار طائی نوجوانوں کا ذمہ لیتا ہوں جو شمشیر بدست آپ کی حفاظت کریں گے۔ خدا کی قسم! جب تک ان میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتا لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہیں جزائے خیر دے، اور اپنے عزم پر قائم رہے۔ اس پر طرماح چلا گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خواب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے رات کو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ بقدرِ کفایت پانی پی لو اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں آپ کو اُونگھ آگئی اور جھکولے کھانے لگے، لیکن فوراً بیدار ہو گئے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور "الحمد للہ رب العالمین" پڑھنے لگے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک گھوڑے سوار کو دیکھا جو کہتا جا رہا تھا کہ لوگ سفر کرتے ہیں حالانکہ اموات ان کی جانب پا بہ رکاب ہیں۔ اس پر میں سمجھ گیا کہ یہ ہمیں موت کی خبر دی جا رہی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں:

جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر فوراً سوار ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ بائیں جانب کو ہٹ کر سفر کرتے رہے حتیٰ کہ نینوٰی کے مقام پر پہنچ گئے۔

حر کے نام ابن زیاد کا خط:

اسی اثنا میں ایک سوار کندھے پر کمان لٹکائے کوفہ سے آگیا۔ اس نے حر کو سلام کیا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہ کیا اور ابن زیاد کا ایک خط نکال کر اس کے

حوالے کر دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ حسین کو ایسے راستے پر ڈال کر عراق کی طرف لے آؤ جس پر نہ کوئی قلعہ ہو اور نہ کوئی آبادی ہو حتیٰ کہ میرا مقصد اور میری فوجیں تم کو آن ملیں۔ یہ ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری بروز خمیس کا واقعہ ہے۔

دوسرے روز عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار افراد کا لشکر لے کر آ گیا۔ ابن زیاد نے یہ لشکر دیلم کیلئے تیار کیا تھا جو کوفہ سے باہر خیمہ زن تھا لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آ گیا تو اس نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ پہلے حسین سے نمٹ لو اور اس کے بعد دیلم کو چلے جانا۔ لیکن عمر بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا استعفیٰ منظور کر لیتا ہوں لیکن میں تمہیں دوسرے علاقوں کی نیابت سے بھی معزول کر دوں گا۔ عمر بن سعد نے کہا کہ اس پر غور کرنے کیلئے مجھے کچھ مہلت دو پھر اس نے اس معاملہ میں جس سے بھی مشورہ کیا، اس نے اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے سے روکا حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ خدا کی پناہ! امام حسین پر ہرگز لشکر کشی نہ کرنا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور قطع رحمی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمہیں سارے جہان کی سلطنت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں تو یہ تمہارے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون اپنی گردن پر لینے سے زیادہ آسان ہے۔ عمر نے کہا کہ انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن جب عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے معزول کرنے کے علاوہ قتل کر دینے کی بھی دھمکی دی تو وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا اور انہیں اس مقام پر فروکش ہونے پر مجبور کر دیا جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند:

عمر بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کیوں

تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل کوفہ نے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھ سے بیزار ہیں تو میں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہوں، جب عمر بن سعد کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا کہ میری یہ تمنا ہے کہ میں کسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے سے بچ جاؤں، چنانچہ اس نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی، لیکن اس نے جواب دیا کہ ان پر پانی بند کر دو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے والے پاکباز امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ خود اوران کے ہمراہی امیرالمومنین یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ جب وہ بیعت کرلیں گے تو پھر ہم سوچیں گے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس پر عمرو بن حجاج کی قیادت میں عمر بن سعد کے آدمیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ پر پانی بند کر دیا۔ آپ نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کو پیاس سے ہلاک کر۔ چنانچہ یہ شخص شدت پیاس سے مرگیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد کی گفتگو:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے ملنے کی خواہش کی اس پر دونوں فریق بیس بیس سواروں کے ہمراہ آئے اور آپس میں رات گئے تک باتیں کرتے رہے۔ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن سعد سے فرمایا کہ دونوں لشکروں کو یہیں چھوڑ کر ہم دونوں شام کی طرف یزید بن معاویہ کے پاس چلیں۔ ابن سعد نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ابن زیاد میرا گھر مسمار کرا دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر گھر تعمیر کرا دوں گا۔

عمرو بن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد ضبط کر لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی حجاز کی جائیداد میں سے اس سے بھی وافر مال دے دوں گا لیکن عمر بن سعد نے یہ بات منظور نہ کی۔

بعض کیا خیال ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ ہم دونوں یزید کے پاس چلیں یا تم مزاحمت نہ کرو اور میں واپس حجاز کو چلا جاتا ہوں، یا ترکوں سے جنگ کرنے کیلئے سرحد کو نکل جاتا ہوں۔ عمر نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی تو اسنے کہا کہ مجھے منظور ہے لیکن شمر بن ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم! نہیں، تاوقتیکہ وہ اور اس کے اصحاب آپ کے حکم کی تعمیل نہ کریں۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان بیٹھ کر رات رات بھر سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں۔ ابن زیاد کا کہا کہ تمہارا خیال درست ہے۔

شہید ہوگئے لیکن یزید کی بیعت نہ کی:

ابو مخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب سے اور انہوں نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی کے وقت سے لے کر ان کی شہادت تک ان کے ہمراہ رہا۔ اللہ کی قسم! کسی جگہ بھی آپ نے کوئی کلمہ نہیں فرمایا جو میں نے یہ سنا ہو۔ آپ نے ہرگز یہ سوال نہ کیا تھا کہ انہیں یزید کے پاس لے جایا جائے اور وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے اور نہ یہ فرمایا تھا کہ انہیں کسی سرحد پر جانے دیا جائے بلکہ آپ نے ان دو امور میں سے ایک کا مطالبہ کیا تھا۔ اول یہ کہ جہاں سے آپ آئے ہیں، وہیں واپس چلے جائیں اور دوسرا یہ کہ انہیں کسی دور دراز علاقے میں جانے دیا جائے جہاں رہ کر وہ دیکھیں کہ اس معاملہ میں عوام کا کیا ردعمل ہے؟

ابن زیاد کا شمر کو حکم:

عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اگر حسین اور اس کے رفقاء میرے حکم کی تعمیل کریں تو بہتر ورنہ عمر بن سعد کو حکم دو کہ وہ حسین اور اس کے اصحاب پر حملہ کر دے۔ اور اگر عمر بن سعد اس میں لیت ولعل کرے تو اسے

قتل کر دو اور فوج کی کمان خود سنبھال لو۔ قتل حسین میں سستی کرنے کی بنا پر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بھی ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ اگر حسین اور اس کے ساتھی اطاعت قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ باغی ہیں۔

عبید اللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی بنت حرام (زوجہ علی ص) کے بیٹوں عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان کے لیے، جو حضرت علی سے تھے، ابن زیاد سے امان طلب کی تو اس نے انکے لیے امان کا پروانہ لکھ دیا اور ابن ابی المحل نے یہ پروانہ اپنے غلام کرمان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب ام البنین کے بیٹوں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں سمیہ کے لونڈے کی امان کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اس کی امان سے بہتر امان کے طلبگار ہیں۔

یزیدی فوج مقابلہ کیلئے تیار:

شمر بن ذی الجوشن جب عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ اے شمر! خدا تیرے گھر کو برباد کرے اور جو کچھ تو لایا ہے اس پر تیرا ستیاناس کرے! مجھے پختہ یقین ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو تین امور پیش کیے تھے انہیں منظور کرنے سے ابن زیاد کو تو نے ہی روکا ہے۔ شمر نے کہا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ان سے مقاتلہ کرتے ہو یا میرے اور ان کے درمیان سے ہٹتے ہو؟ ابن سعد نے کہا کہ نہیں، میں سرداری تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا بلکہ خود فوج کی قیادت کروں گا۔ اس کے بعد ابن سعد نے شمر کو پیادہ سپاہ کا افسر مقرر کر دیا۔ یہ فوج ۹ محرم ۶۱ھ بروز خمیس دن ڈھلے مقاتلہ کے لیے قافلہ حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

اولاد علی رضی اللہ عنہ نے شمر کی امان کو ٹھکرا دیا:

شمر بن ذی الجوشن نے خیموں سے باہر کھڑے ہو کر آواز دی کہ ہماری بہن

کے لڑکے کہاں ہیں؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے لڑکے عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان اس کے پاس آگئے۔ شمر نے انہیں کہا کہ تمہارے لیے امان ہے۔ انہوں نے کہا اگر تو نے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی امان دی ہے تو بہتر ورنہ ہم کو تیری پناہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

عمر بن سعد نے لشکر کو پکارا کہ اے خدائی فوج! س[illegible] اور فتح وکامرانی کی خوشی مناؤ۔ اس پر لشکری اسی روز نماز عصر کے بعد سوار ہو رحملہ کرنے کیلئے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ ایک طرف یہ جوش وخروش اور ولولے ہیں اور دوسری طرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ کے سامنے تلوار کا سہارا لیے، سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں:

اسی دوران میں آپ پر غنودگی طاری ہوگئی، ادھر یزیدی فوج کا شور وغوغا سن کر آپ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور آپ کو بیدار کیا۔ آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ تو ہمارے پاس چلا آئے گا۔ یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں اور کہا: ہائے افسوس! آپ نے فرمایا کہ اے بہن! تجھ پر خدائے رحمٰن اپنی رحمتیں نازل فرمائے، افسوس نہ کر صبر کر۔

فیصلہ قبول کرو یا جنگ کرو: (یزیدی فوج)

آپ کے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھائی! قوم آپ کے پاس آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان سے پوچھو کہ تم کس ارادے سے آئے ہو؟ وہ تقریباً بیس سواروں کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر (ابن زیاد) کا حکم ہے کہ تم اس کا فیصلہ قبول کر لو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ عباس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو، میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر عباس اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

ان کے پیچھے فریقین کے آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثہ اور طعن و تشنیع کرتے رہے۔ اصحاب حسین نے کہا کہ تم بدترین لوگ ہو جو اپنے نبی ﷺ کی ذریت کو جو اس وقت تمام لوگوں سے افضل ہے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ اتنے میں عباس بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر واپس آ گئے اور کہا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔ آج رات ہم اس معاملہ پر غور کریں گے۔ عمر بن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ شمر نے کہا کہ تم امیر لشکر ہو، اس لیے رائے تو وہی ہے جو تمہاری رائے ہو۔ اس پر عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا کہ سبحان اللہ! خدا کی قسم! اگر یہ سوال کوئی دیلمی بھی کرتا تو اسے قبول کر لینا ہی مناسب ہوتا۔ قیس بن اشعث نے کہا کہ ان کا مطالبہ قبول کر لو، لیکن مجھے دین و ایمان کی قسم ہے کہ کل صبح وہ جنگ ہی کریں گے اور پھر ایسے ہی ہوا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خویش و اقارب کو وصیت اور خطاب:

جب حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور انہیں کہو کہ خیموں سے دور رہو۔ آج رات ہم نوافل پڑھیں گے، خدا سے دعائے مغفرت مانگیں گے اور اس سے فریاد کرینگے خدا گواہ ہے کہ میں اسکی عبادت کرنے اور اس کتاب پڑھنے اور اس سے مغفرت کی دعا مانگنے کا مشتاق ہوں۔

اس رات شب کے ابتدائی وقت میں آپ نے اپنے خویش و اقارب کو وصیت فرمائی اور اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر درود وصلوٰۃ کے بعد آپ نے نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو شخص اپنے بال بچوں میں واپس جانا چاہے آج رات چلا جائے، اسے اجازت ہے۔ کیونکہ قوم تو صرف میرے خون کی پیاسی ہے۔ مالک بن نضر نے کہا کہ میں مقروض ہوں اور عیال دار بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ رات کی تاریکی

چھا چکی ہے، تم اس میں نکل جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور رات کی تاریکی میں وسیع و عریض زمین کی وسعتوں میں سے اپنے اپنے شہر کو نکل جائے۔ قوم کو صرف میرے خون کی ضرورت ہے۔ اس لیے جب وہ مجھے موجود پائیں گے تو دوسروں کی طلب سے غافل ہو جائیں گے۔ پس تم یہاں سے نکل جاؤ حتی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں ہمیں وہ برا دن نہ دکھائے۔

بنی عقیل اور دیگر اصحاب کا جذبہ شجاعت:

آپ نے بنی عقیل سے فرمایا کہ اے اولاد عقیل! تمہارے لیے تمہارے بھائی مسلم کا خون کافی ہے۔ کافی ہے۔ تم واپس چلے جاؤ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہیں گے ہم نے عشرت دنیا کی خاطر اپنے شیخ، اپنے سردار اور اپنے اعمام میں سے خیر الاعم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ نہ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، اور نہ تلوار چلائی۔ فقط اس دنیا کی زندگی کے لیے! ہرگز نہیں، خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے، بلکہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں اور اپنے اہل و عیال کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کی ہمراہی میں جنگ کریں گے حتی کہ ہم بھی اسی گھاٹ اتر جائیں جس پر کہ آپ اتریں، آپ کے بعد جیتے رہنے پر خدا کی پھٹکار۔

مسلم بن عوسجہ اسدی نے بھی اسی قسم کی باتیں کہیں۔ اسی طرح سعید بن عبد اللہ حنفی نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو ہرگز نہ چھوڑیں گے، حتی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمالے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پس پشت آپ کی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ آپ پر میرے ہزار بار قربان ہو جانے سے بھی آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی جانیں بچ سکتی ہیں تو میں ہزار بار بھی اپنی گردن کٹوا دوں آپ کے دوسرے اصحاب نے بھی اسی طرح سے ایک دوسرے جیسی باتیں کیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے ہم آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ ہم اپنے گلوں سے، اور اپنی پیشانیوں سے اور

اپنے جسموں سے آپ کا دفاع کریں گے۔ جب ہم قتل ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ آپ کے بھائی عباس نے کہا کہ خدا ہمیں وہ روز بد نہ دکھائے جب آپ ہم سے بچھڑ جائیں، اور نہ آپ کے بعد ہمیں زندہ رہنے کی ضرورت ہے۔

ابو مخنف نے حارث بن کعب اور ابو الضحاک سے اور انہوں نے علی بن حسین زین العابدین سے روایت کی ہے، جس میں حضرت زین العابدین فرماتے ہیں کہ جس رات کی صبح کو میرے والد شہید ہوئے اس رات میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ میرے والد خیمے کے ایک گوشے میں اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف رکھتے تھے اور آپ کے قریب ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام حویّ بیٹھا اپنی تلوار درست کر رہا تھا۔ میرے والد یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ترجمہ اشعار:

''اے زمانہ حیف ہے تیری دوستی پر، تیرے ہاتھوں صبح و شام کتنے ہی صاحب حق یا طالب حق قتل ہوتے ہیں اور تو ان کے بدل پر بھی قناعت نہیں کرتا۔ اب معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور ہر ذی روح اسی کی طرف رواں دواں ہے۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تسلی دینا:

جناب زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے دو تین مرتبہ یہ شعر دہرائے حتیٰ کہ مجھے سارے کے سارے ازبر ہو گئے اور میں یہ بھی سمجھ گیا کہ ان اشعار سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اس پر روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی اور بالآخر تحمل کر کے میں خاموش ہو گیا اور جان گیا کہ بس اب مصیبت آنے ہی والی ہے۔ میری پھوپھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور آپ کے پاس جا کر آہ و فریاد کرنے لگیں کہ ہائے تباہی! کاش کہ آج ہی مجھے موت آ جائے۔ میری امی فاطمہ رضی اللہ عنہا! میرے والد حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ سب وفات پاگئے۔ اے رفتگان کی خلافت کے وارث! اے زندوں کے فریاد رس! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میری بہن! کہیں شیطان تمہیں بے صبر نہ کر دے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! واری جاؤں، آپ موت کے منہ میں جا رہے ہیں؟ آپ زارازار روتی رہیں اور بے خود ہوکر گر پڑیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کران کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور فرمایا کہ اے بہن! خدا سے ڈر اور صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق تعزیت کر اور جان لے کہ اہل ارض کو تو مرنا ہی ہے۔ آسمان والے بھی باقی نہ رہیں گے ہر شے فنا ہو جائے گی سوائے اللہ کی ذات کے، جس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور پھر انہیں اپنی قوت و جبروت سے مار دے گا اور پھر انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا وہ ایک ہے اکیلا ہے۔ جان لے کہ میرا باپ مجھ سے بہتر تھا اور میری ماں مجھ سے بہتر تھی اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا اور میرے لیے اور ان کیلئے اور ہر مسلمان کیلئے رسول اللہ ﷺ کی حیات وطیبہ قابل تقلید نمونہ ہے۔ پھر غصہ سے فرمایا کہ میری موت کے بعد ایسا کوئی کام نہ کرنا۔ اس کے بعد آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں میرے پاس چھوڑ کر واپس اپنے اصحاب کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ تمام خیمے ایک دوسرے کے قریب لے آؤ حتی کہ ان کی طنابیں ایک دوسری میں گھسی ہوئی ہوں تاکہ دشمن ہم تک صرف ایک جانب سے آسکے۔ ان کی دائیں بائیں اور سامنے کی جوانب میں خیمے ہوں۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ساری رات نوافل پڑھتے رہے اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ مغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔

یزیدوں کا خیموں کے گرد چکر لگانا:

ادھر دشمن کے گھوڑے سوار محافظ عزرہ بن قیس احمسی کی زیر نگرانی خیموں کے گرد

چکر لگاتے رہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لا نفسھم انما نملی لھم لیز دادوا اثما ولھم عذاب مھین

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: ''اور ہرگز کافر گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کیلئے بھلا ہے ہم اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں اور گناہ میں بڑھیں اور ان کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔''

﴿کنزالایمان﴾

ابن زیاد کے پہرہ داروں میں سے ایک شخص نے یہ آیات سنیں تو کہا کہ رب کعبہ کی قسم! ہم ہی پاک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تم سے الگ کر دیا ہے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور زید بن حضیر سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ زید نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ابوحرب سبیعی عبیداللہ بن شمیر ہے۔ یہ شخص ایک طرف تو مذاقیہ، واہیات اور یاوہ گو تھا اور دوسری طرف جنگ جو اور شجاع بھی تھا۔ یزید بن حصین نے اسے کہا: اے فاسق! تو پاک لوگوں میں کب تھا؟ اس نے کہا کہ تیرا برا ہو، تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں یزید بن حصین ہوں۔ عبیداللہ نے کہا کہ انا للہ! اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم! تو ہلاک ہو گیا۔

یزید بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تم اپنے عظیم گناہوں سے توبہ نہیں کرتے؟ خدا کی قسم! ہم ہی پاک و طیب ہیں اور تم خبیث ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں، اور میں اس پر گواہ ہوں۔ میں نے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر، تمہارا علم بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا؟

یزید بن حصین کہتے ہیں کہ نگران دستہ کے امیر عزرہ بن قیس نے اسے جھڑک

دیا اور وہ ہم سے پرے ہٹ گیا۔ [1]

خیموں کیلئے حفاظتی تدبیر:

مورخین کہتے ہیں کہ جب عمر بن سعد نے عاشورہ کے دن بروز جمعۃ المبارک یا جیسا کہ کہا جاتا ہے ہفتہ کے روز اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ لی تو قتال کیلئے تیار ہو گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اصحاب کے ساتھ جو بتیس گھوڑے سواروں اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھے۔ صبح کی نماز ادا فرمائی اور میدان میں جا کر صف بندی کی۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قیس کو اور میسرہ پر حبیب بن مطہر کو مقرر کیا اور علم اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور عورتوں کے خیموں کی طرف پست کر لی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ کے اصحاب نے راتوں رات خیموں کے عقب میں خندق کھود لی اور اسے سوختنی اور کار آمد لکڑیوں سے اور بانس اور نرکل جیسی لکڑیوں سے بھر دیا اور اس میں آگ بھڑکا دیا تا کہ عقب سے خیموں میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے:

ادھر عمر بن سعد نے میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی کو اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ ذی الجوشن کا اصل نام شرحبیل بن اعور ابن عمرو بن معاویہ تھا جو بنی ضباب بن کلاب میں سے تھا۔ عمر نے اصحاب خیل پر عزرۃ بن قیس احمسی کو اور پیادہ فوج پر شبیث بن ربعی کو مقرر کیا اور جھنڈا اپنے غلام لوردان کے سپرد کیا اور دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک خیمہ میں چلے گئے جو ان کے لئے نصب کیا گیا تھا، وہاں آپ نے غسل فرمایا اور بہت سی خوشبو لگائی۔ آپ کے بعد بعض دوسرے امراء بھی خیمے میں داخل ہوئے اور آپ کی طرح غسل وغیرہ کیا۔ اس پر لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ غسل کرنے کا یہ کیا موقع ہے؟ کسی نے کہا کہ پرے ہٹو، یہ

فضول باتیں کرنے کا وقت نہیں۔ اس پر یزید ابن حصین نے کہا کہ خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ میں نے فضول باتوں کو بھی پسند نہیں کیا۔ نہ جوانی میں نہ ادھیڑ عمر میں لیکن اللہ کی قسم! ہمارا جو انجام ہونے والا ہے اس پر میں خوش ہوں۔ اللہ کی قسم! ہمارے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے درمیان بس میں اس قدر فاصلہ ہے کہ قوم حملہ کر کے ہمیں شہید کر دے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں تقریر:

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور قرآن پاک کو ہاتھوں میں لے کر اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے قوم کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میری پناہ گاہ ہے اور ہر سختی میں تو ہی میرا سہارا ہے وغیرہ اور آپ کے فرزند علی بن حسین رضی اللہ عنہ احق نامی ایک گھوڑے پر سوار ہو گئے حالانکہ آپ بیمار اور نحیف تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باواز بلند پکارا کہ اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں، اسے غور سے سنو۔ اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم میرا عذر قبول کر لو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لیے باعث سعادت ہے اور تمہارے پاس مجھ پر زیادتی کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے اور اگر تم میرا عذر قبول نہیں کرتے تو

فاجمعوا امرکن و شرکاء کم ثم لم یکن امر کم علیکم غمة ثم اقضوا الی ولا تنظرون

﴿سورۂ یونس﴾

ترجمہ: ”تو مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکار کر لو تمہارے کام میں تم پر کچھ الجھن نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔“

﴿کنزالایمان﴾

ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب و ھو یتونی الصالحین

﴿سورۃ اعراف﴾

ترجمہ: ''بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔''

﴿کنزالایمان﴾

جب آپ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ تقریر سنی تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا ابن عباس کی عمر دراز کرے۔ انہوں نے کہا تھا کہ جب تک راستہ ہموار نہ ہو جائے عورتوں کو ساتھ نہ لے جائیں بلکہ مکہ میں چھوڑ جائیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بھائی عباس کو بھیجا جنہوں نے (خیمہ میں جا کر) انہیں خاموش کیا۔

پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے فضل، اپنی عظمت، اپنے حسب ونسب اور اعلیٰ قدری و علو شرف کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکو اور اپنا محاسبہ کرو۔ کیا تمہارے لیے مجھ جیسے شخص کا قتل کرنا درست ہے؟ میں تمہاری نبی ﷺ کی بیٹی کا فرزند ہوں۔ میرے سوا تمام روئے زمین پر کوئی نبی ﷺ کا نواسہ موجود نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے والد ہیں اور جعفر ذوالجناحین میرے چچا ہیں اور سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں، اگر تم میری بات کی تصدیق کرو تو یہ حق بات ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ تک نہیں کیا، اگر تم اس کی تصدیق نہیں کرتے تو اصحاب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے پوچھو، اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھو، سہل بن سعد سے پوچھو، زید بن ارقم سے

پوچھو، وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ افسوس ہے کہ تم پر! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا میرے ان اوصاف میں سے کوئی وصف بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتا؟ اس پر شمر ابن ذی الجوشن بولا کہ معلوم نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ شخص کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

اس پر حبیب بن مطہر نے کہا کہ اے شمر! اللہ کی قسم! اپنے مفاد کی خاطر اللہ کی عبادت تو کرتا ہے اور ایک مفاد کی خاطر نہیں بلکہ ستر مفاد کی خاطر، لیکن تیرے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ہم تو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! میرا راستہ چھوڑ دو، میں کسی محفوظ مقام کی طرف نکل جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو اپنے بنی عم کا حکم تسلیم کر لینے میں کیا امر مانع ہے؟ آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! میں ہر متکبر سے کہ یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں۔" (فاطر) پھر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان کو اس کا گھٹنا باندھ دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ نے (مخالفین سے) فرمایا کہ بتاؤ کیا تم مجھ سے کسی خون کا بدلہ لیتے ہو، یا میں نے تمہارا مال مار کھایا ہے، یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جس کا تم مجھ سے بدلہ چکاتے ہو؟ لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد آپ نے پکار پکار کر فرمایا کہ اے شبیث بن ربعی! اے حجاز بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ پھل پک چکے ہیں اور باغات سرسبز ہیں۔ ہمارے پاس آ جائیں، آپ ایک مضبوط فوج کے پاس آئیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے کوئی خط نہیں لکھے۔ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! تم نے یقیناً لکھے ہیں لیکن اے لوگو! جب تم مجھ سے بیزار ہو گئے ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو، میں تم سے کہیں دور چلا جاتا ہوں۔ اس پر قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے بنی عم کا حکم کیوں نہیں مان لیتے، وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائیں

گے۔ وہ آپ سے وہی معاملہ کریں گے جو آپ چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تو اپنے بھائی کا بھائی ہی تو ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ بنو ہاشم تم سے مسلم بن عقیل کے علاوہ کچھ اور مقتولین کا بدلہ بھی طلب کریں؟ نہیں، اللہ کی قسم! میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہ کروں گا اور نہ غلاموں کی طرح اپنے (ناکردہ) جرم کا اعتراف کروں گا۔

پھر دشمن کا لشکر آہستہ آہستہ اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، جیسے کہ کہا گیا ہے، ان میں سے تقریباً تیس گھوڑے سواروں کا ایک طائفہ جس میں ابن زیاد کے مقدمۃ الجیش کا افسر حر بن یزید بھی تھا۔ لشکر حسین کے ساتھ مل گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے معذرت کی کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کا یہ ارادہ ہے تو میں آپ کو یزید کے پاس لے جاتا۔ آپ نے حر کا عذر قبول فرما لیا۔ اس کے بعد حر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور عمر بن سعد کو پکار کر کہا کہ افسوس ہے تم پر! تم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی پیش کردہ تین صورتوں میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں کرتے؟ عمر بن سعد نے کہا کہ اگر یہ بات میرے اختیار میں ہوتی تو میں ضرور قبول کر لیتا۔

زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کا یزیدی فوج کو خطاب:

اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے زہیر بن قیس مسلح ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے اہل کوفہ! اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ مسلمان کا حق ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے، ہم اس وقت تک آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دین وملت پر ہیں جب تک کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلتی۔ لیکن جب ہمارے درمیان تلوار چل گئی تو پھر عصمت کٹ جائے گی اور ہم اور تم الگ الگ دو گروہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کے بارے میں ہمیں آزمائش میں ڈال دیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہم میں

سے کون کیا کرتا ہے؟ ہم تمہیں اہل بیت کی اعانت اور طاغیہ بن طاغیہ عبیداللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کی حکومت میں تمہیں برائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ حجر بن عدی اور اس کے اصحاب اور ہانی بن عروہ اور ان جیسے دوسرے متقی لوگوں کی طرح تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھیریں گے۔ تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں کاٹیں۔ تمہاری ناکیں اور تمہارے کان کاٹیں گے اور تمہارے اماثل اور قراء کو قتل کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف و توصیف کی۔ اور کہا کہ ہم تیرے صاحب اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر دم نہ لیں گے۔

ابن القین نے کہا کہ سمیہ کے لونڈے سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لال اعانت اور دوستی کا زیادہ حقدار ہے اگر تم اس کی اعانت نہیں کرتے تو عیاذاً باللہ اسے قتل نہ کرو۔ تم اس کے اور اس کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ جدھر کو وہ چاہے گا ہم اسی طرف کو نکل جائیں گے۔ میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ قتل حسین کے بغیر بھی وہ تمہاری اطاعت گزاری پر راضی ہو جائے گا۔ اس پر شمر بن ذی الجوشن نے تیر پھینکا اور کہا کہ بس خاموش رہ، خدا تجھے موت دے، تو نے بول بول کر ہمیں زچ کر دیا ہے۔ زہیر نے جواب دیا کہ اے اپنی ایڑیوں پر بکثرت موتنے والے کے پوت! کیا میں تجھ سے مخاطب ہوں؟ تو تو ہے ہی نرا جانور۔ اللہ کی قسم! میرے خیال میں اللہ کی کتاب میں سے تجھے دو آیات بھی ٹھیک سے یاد نہیں تو روز قیامت کی رسوائی اور سخت ترین عذاب کا مژدہ سن لے۔ شمر نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اللہ تجھے اور تیرے صاحب کو قتل کرنے والا ہے۔ زہیر نے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مرنا مجھے زیادہ محبوب ہے پھر بلند آواز کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہوا کہ اے لوگو! کہیں یہ سرکش و ظالم اور اس جیسے

دوسرے جفا کیش تمہیں دین سے برگشتہ نہ کردیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی آل کا خون بہانے والا اور ان کے حامیوں کو قتل کرنے والا، نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

حر کا یزیدی فوج سے خطاب:

حر بن یزید نے عمر بن سعد سے پوچھا کہ اللہ تجھے ہدایت دے، کیا تو واقعی اس شخص سے لڑے گا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ضرور، کم از کم ایسی لڑائی کہ جس میں سر کٹیں گے اور ہاتھ ضائع ہونگے۔ حر اہل کوفہ میں سے ایک دلیر شخص تھے جب کسی نے انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جانے پر شرم دلائی تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں نے جنت اور دوزخ میں سے جنت کا انتخاب کرلیا ہے اور اللہ کی قسم! میں جنت کے بدلے میں کسی چیز کو بھی قبول نہ کروں گا۔ خواہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور خواہ مجھے آگ میں جھوک دیا جائے، پھر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور ان سے معذرت کی۔

اس کے بعد حر نے پھر اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا اے کوفیو! تم نے خود حسین کو بلایا اور ان کو یقین دلایا کہ جب وہ تمہارے پاس پہنچیں گے تو تم ان کی حفاظت کرو گے اور ان پر اپنی جانیں قربان کر دو گے، لیکن اب تم ان کی جان کے دشمن ہو گئے ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وسیع و عریض زمین میں چلے جانے سے بھی روکتے ہو۔ جس میں کتے اور خنزیر بھی آزادی کے ساتھ دندناتے پھرتے ہیں اور تم نے ان پر بہتے ہوئے فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس میں سے کتے اور خنزیر بھی پانی پی پی کر سیر ہو رہے ہیں۔ اور اِدھر یہ حال ہے کہ اہل بیت پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیچھے ان کی اولاد کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اس ارادہ سے باز نہ آئے جس پر عمل کرنے کیلئے

تم نے آج کے دن میں اور اسی گھڑی میں کمر باندھ رکھی ہے تو خدا تمہیں سخت ترین پیاس کے دن پانی سے محروم رکھے گا۔ اہران کی پیادہ سپاہ نے حر پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور وہ پیچھے ہٹ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ عمر بن سعد نے کہا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قبول کر لیتا لیکن ابن زیاد نے انکار کر دیا ہے۔ حر نے اہل کوفہ سے اپنے خطاب کے دوران ان کو تنبیہ کی۔ انہیں برا بھلا کہا کہ افسوس ہے تم پر کہ تم نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر اور ان کی عورتوں اور ان کی بیٹیوں پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس میں سے یہود و نصاریٰ بھی پانی لے رہے ہیں، اور جس میں کتے بھی کوٹتے پھرتے ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کو تم نے قیدی بنا رکھا ہے یہاں تک کہ انہیں اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں۔

............☆☆☆............

آغازِ جنگ اور اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت

عمر بن سعد نے اپنے غلام درید سے کہا کہ اپنا جھنڈا قریب لاؤ جب وہ جھنڈا قریب لے گیا تو عمر بن سعد نے آستین چڑھا کر تیر پھینکا اور کہا کہ گواہ رہو، پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔ اس کے بعد تیروں کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ زیاد کا غلام یسار اور عبید اللہ کا غلام سالم لشکر سے نکلے اور مبارزت طلب کی۔ ان کے مقابلہ کیلئے عبید اللہ بن عمر کلبی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر نکل آئے۔ انہوں نے پہلے یسار کو اور اس کے بعد سالم کو قتل کر دیا۔ البتہ سالم کے وار سے ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

ایک یزیدی دعائے امام سے واصل جہنم:

اس کے بعد ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا نکلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا کہ اے حسین! آگ مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، افسوس ہے تجھ پر۔ میں تو اپنے رب کے پاس جاؤں گا جو رحیم ہے شفیع ہے اور مطاع ہے۔ آگ میں جھونکے جانے کا حقدار تو تو ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ مڑنے لگا تو گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اس سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن حوزہ سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا کہ ابن حوزہ ہوں۔ اس پر آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اسے نارِ جہنم میں وارد فرما دے۔ یہ سن کر ابن حوزہ غصے سے لال پیلا ہو گیا اور نہر عبور کرنے کیلئے جو آپ کے اور اس کے درمیان حائل تھی۔ اپنے گھوڑے کو زبردستی نہر میں اتارنے لگا لیکن گھوڑا بدک گیا۔ ابن حوزہ کا ایک پاؤں اور ایک پنڈلی گھوڑے سے گرتے

وقت ٹوٹ گئے اور دوسرا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ مسلم بن عوسجہ نے دوڑ کر اس کا دائیاں پاؤں کاٹ دیا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کا سر ایک ایک پتھر سے ٹکراتا گیا حتی کہ وہ مرگیا۔

عبداللہ بن نمیر کی اصحاب حسین رضی اللہ عنہ میں شرکت:

ابو مخنف نے ابی جناب سے روایت کی ہے کہ ہم میں ایک شخص عبداللہ بن نمیر تھا جو بنی علیم میں سے تھا۔ یہ اپنی بیوی کے ساتھ جو نمر بن قاسط سے تھی کوفہ میں جعد ہمدانی کے کنوئیں پر رہتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ پر جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں مشرکین کیخلاف لڑنے پر حریص تھا، لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کے ہمراہ جہاد کروں، کیونکہ یہ مشرکین کے خلاف لڑنے سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟ اس کی بیوی نے کہا کہ تم نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے سیدھی راہ دکھائی ہے تم خود بھی روانہ ہو جاؤ اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں نکل گیا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ اسکے بعد راوی نے عمر بن سعد کے تیر پھینکنے اور زیاد کے غلام یسار اور ابن زیاد کے غلام سالم کے قتل ہونے اور عبداللہ بن نمیر کے میدان کارزار میں جانے کیلئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگنے کے واقعات کا ذکر کیا۔

مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عبداللہ بن نمیر ایک قد آور، مضبوط بازوؤں والا اور کشادہ صدر انسان ہے جو مدمقابل پر بھرپور حملہ کرنے کا اہل ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو میدان کارزار میں چلے جاؤ۔

چنانچہ وہ چلا گیا۔ یسار اور سالم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ عبداللہ بن نمیر نے اپنا نسب نامہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانتے۔ ہمارے مقابلہ میں تم سے کوئی افضل شخص آئے لیکن عبداللہ نے یسار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ وہ یسار پر ضربیں لگانے میں مصروف تھا کہ ابن زیاد کے غلام سالم نے عبداللہ پر حملہ کر دیا جس سے اس کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں پھر اس نے ایک بھرپور حملہ کر کے سالم کو بھی قتل کر دیا اور آگے بڑھ کر یہ رجز پڑھنے لگا:

ترجمہ: ''اگر تم مجھے نہیں جانتے تو سن لو، میں بنی کلب کا بیٹا ہوں، اور میرا حسب بنی علیم ہے، میں دلیر اور غضبناک شخص ہوں، مصیبت کے وقت میں کمزوری نہیں دکھاتا، اے ام وہب! میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ پیش قدمی کر کے ان کو نیزے کی ضربیں لگاؤں گا۔ رب تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندے کی سی ضربیں۔''

پھر ام وہب ایک لاٹھی لے کر اپنے خاوند کے پاس آ گئی اور کہا کہ اب وام بہ فدایت، محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک وطیب اولاد کے دفاع میں جنگ کر۔ وہ اسے عورتوں کی طرف واپس دھکیلنے لگے تو وہ اس کے کپڑوں سے چمٹ گئی اور کہا کہ چھوڑو مجھے، میں میں تمہارے ساتھ مل کر لڑوں گی۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے پکار کر فرمایا کہ واپس آ جاؤ اور یہاں عورتوں کے پاس بیٹھ جاؤ، عورتوں پر قتال فرض نہیں۔ اس پر وہ واپس آ کر عورتوں میں چلی گئی۔

انفرادی جنگ میں امام کا پلہ بھاری تھا:

راوی کا قول ہے کہ اس روز بکثرت مبارزت ہوئی۔ شجاعت و دلیری کی بنا پر اس وجہ سے کہ اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچاؤ کا ذریعہ فقط تلوار تھی، انفرادی جنگ میں ان کا پلہ بھاری رہا۔ اس لیے بعض امراء نے عمر بن سعد کو انفرادی جنگ ختم کر دینے کا مشورہ دیا۔ ابن زیاد کی فوج کا امیر میمنہ عمرو بن حجاج کہنے لگا کہ دین سے

نکل جانے والے اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے سے قتال کرو۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر اے حجاج! تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتا ہے؟ کیا دین سے نکل بھاگنے والے ہم ہیں؟ اور تو دین پر قائم ہے؟ عن قریب جب ہماری روحیں ہمارے جسموں کا ساتھ چھوڑ دیں گی تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آگ میں جلنے کا مستحق کون ہے؟

اصحاب حسین رضی اللہ عنہم کے پہلے شہید:

اس انفرادی حملہ میں مسلم بن عوسجہ شہید ہو گئے۔ اصحاب حسین رضی اللہ عنہم میں سے یہ پہلے شہید ہیں، ابھی ان میں آخری رمق باقی تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی۔ حبیب بن مظہر نے کہا کہ جنت مبارک ہو۔ انہوں نے نحیف آواز میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔ پھر حبیب نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں تمہارے بعد ابھی قتل ہو کر آپ کے ساتھ ملنے والا ہوں تو میں آپ سے پوچھ کر آپ کی وصیت پر عمل کرتا۔ مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں تمہیں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، ان پر اپنی جان قربان کر دینا۔

پانچ سو یزیدی فوج کا تیروں سے حملہ:

روایت ہے کہ اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ سے حملہ کر دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قصد کیا لیکن آپ کے گھوڑے سوار اصحاب نے پوری طاقت سے آپ کا دفاع کیا اور نہایت بے جگری سے لڑ کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اس پر شمر نے عمر بن سعد سے پیدل تیراندازوں کی کمک طلب کر لی۔ اس نے تقریباً پانچ سو تیرانداز بھیج دیے۔ اس سپاہ نے آتے ہی اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں پر تیر برسانے شروع کر دیے حتیٰ کہ تمام گھوڑے زخمی ہو گئے اور آپ کے تمام گھوڑے

سوار پیدل ہو گئے جب انہوں نے حر بن یزید کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور وہ ہاتھ میں تلوار لیے گھوڑے سے نیچے اترے تو ایک شیر معلوم ہوتے تھے پھر انہوں نے رجز کا یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: ''اگر انہوں نے میرے گھوڑے کو زخمی کر دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، میں ابن حر ہوں اور دہشت ناک شیر سے بھی زیادہ جری ہوں۔''

خیمے جلانے کی کوشش:

کہا جاتا ہے کہ عمر بن سعد نے ان خیموں کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دے دیا جو حملہ کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ادھر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ نے خیمے اکھاڑنے والوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اس پر ابن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چھوڑو انہیں خیمے جلانے دو۔ اب یہ اس طرف سے حملہ نہیں کر سکتے پھر شمر ذی الجوشن خدا اس کا بُرا کرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے پاس آیا اور اس پر نیزہ مار کر کہا کہ آگ لے آؤ۔ میں اس خیمہ کو جلا کر اس کے مکینوں سمیت خاکستر کر دوں گا۔ اس پر عورتیں چیخ اٹھیں اور خیمہ سے باہر نکل آگئیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو آگ میں جھونکے۔ شیث بن ربعی شمر کے پاس، خدا شمر کا چہرہ بگاڑنے، آیا اور کہا کہ میں نے تیرے اس قول اور تیرے اس فعل اور تیرے اس مؤقف سے قبیح تر معاملہ کبھی نہیں دیکھا۔ کیا عورتوں پر رعب ڈالتا ہے؟ اس پر اسے شرم آئی اور واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔

حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ سبحان اللہ! تجھے یہ حرکت زیب نہیں دیتی۔ کیا تو اپنے آپ کو دوگونہ عذاب سمیٹنا چاہتا ہے؟ ایک آگ سے جلانے کا اور دوسرا عورتوں اور بچوں کو جلانے کا، خدا کی قسم! صرف مردوں کو قتل کرنے سے بھی تیرا امیر تجھ سے راضی ہو جائے گا۔

حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ شمر نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو میں نے کہا کہ

میں نہ بتاؤں گا۔ دراصل میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اسے بتا دیا کہ میں کون ہوں تو وہ میری پہچان کرلے گا اور سلطان کے سامنے مجھے رسوا کرے گا۔

اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیادوں میں سے زہیر بن قین نے شمر پر حملہ کر کے اسے پسپا کر دیا اور ابوعزہ ضبابی کو قتل کر دیا جب اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی قتل ہو جاتا تو آپ کے لشکر میں کمی آجاتی۔ لیکن ابن زیاد کی فوج میں سے کوئی قتل ہو جاتا تو کثرت تعداد کی وجہ سے ان میں کوئی کمی محسوس نہ ہوتی۔ جب ظہر کا وقت آگیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں کہو جنگ روک دو تا کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ اس پر اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مطہر نے جواب دیا کہ افسوس ہے تجھ پر! کیا تمہاری نماز قبول ہوگی اور آل رسول اللہ ﷺ کی نماز قبول نہ ہوگی؟

حبیب بن مطہر کی شہادت:

حبیب نے ایک خوفناک جنگ لڑی اور ایک شخص بدیل ابن صریم کو جو بنی عقفان میں سے تھا قتل کر دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

> ترجمہ اشعار: ''میں حبیب ہوں اور میرے باپ کا نام مطہر ہے، میں بھڑکتی ہوئی جنگ کا شہسوار ہو۔ تم تعداد میں وافر ہو یا زیادہ ہو اور ہم وفا میں اور صبر میں تم سے فائق ہیں۔ ہمارا نام باقی رہنے والا ہے، اور ہمارے مقاصد پاک ہیں۔''

اسی اثنا میں بنی تمیم کے ایک شخص نے حبیب پر حملہ کر دیا اور تیر کا ایک ایسا وار کیا کہ حبیب نیچے گر پڑے، پھر سنبھل کر اٹھنے لگے تو حصین بن نمیر نے تلوار سے ان کے سر پر ایک ضرب لگائی جس سے یہ دوبارہ گر گئے اس پر تمیمی نے نیچے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا اور اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ وہاں حبیب کے لڑکے نے دیکھا تو اپنے باپ کے سر کو پہچان لیا اور تمیمی سے کہا کہ یہ سر مجھے دے دو میں اسے

دفن کروں گا اور پھر رو پڑا۔

باپ کے قاتل سے بدلہ:

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ لڑکا جوان ہوگیا تو اسے باپ کا بدلہ لینے کی فکر دامن گیر ہوئی بالا آخر وہ مصعب بن عمیر کے زمانہ میں فوج میں بھرتی ہوگیا۔ ایک دفعہ اس لڑکے کے باپ کا قاتل دوپہر کو اپنے خیمے میں سو رہا تھا کہ وہ موقع پا کر اس کے خیمے میں گھس گیا اور اسے قتل کر دیا۔

حر کی شہادت:

ابومخنف نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب حبیب قتل ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور فرمایا کہ میں اس سے اپنے نفس کا احتساب کروں گا اور حر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار:

''میری تمنا ہے کہ میں جب تک قتل نہ ہو جاؤں، آپ شہید نہ ہوں اور آج میں آگے بڑھتا ہوا ہی قتل ہوں گا۔ میں ان پر تلوار کی کاری ضرب لگاؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ ان کو چھوڑوں گا۔''

پھر حر اور زہیر بن قیس نے شدید جنگ لڑی، جب ان دونوں میں سے ایک حملہ آور ہوتا اور مصیبت میں پھنس جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اسے چھڑا لیتا، کچھ دیر وہ اسی طرح لڑتے رہے حتی کہ دشمن نے حر بن یزید پر یلغار کر دی اور اسے شہید کر دیا۔ حر کو ابوثمامہ سائدی نے قتل کیا جو اس کا چچازاد بھائی بھی تھا اور دشمن تھی۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ظہر کے وقت اپنے اصحاب کے ہمراہ صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔ نماز کے بعد آپ نے سخت ترین جنگ لڑی، آپ کے جنگجو اور بہادر اصحاب نے آپ کا دفاع کیا۔ زہیر بن قیس نے آپ کے سامنے سخت جنگ

لڑی۔ اسی اثنا میں ان کو کسی کا تیر آن لگا اور وہ آپ کے سامنے گر پڑے اور یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: ”میں زہیر ہوں، میں قیس کا بیٹا ہوں، میں تم کو تلوار کے ساتھ حسین سے پرے ہانکتا ہوں۔“

روایت ہے کہ پھر زہیر بن قیس (اٹھ کھڑے ہوئے اور) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے شانہ پر ہاتھ مار مار کر یہ شعر پڑھنے لگے.

ترجمہ: ”آگے بڑھیں آپ ہدایت یافتہ ہادی ہیں، آج آپ اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرینگے اور حسن اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے اور بہادر نوجوان ذوالجناحین سے اور زندہ شہید اسد اللہ سے۔“

روایت ہے کہ اس کے بعد کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔

نافع بن ہلال کی جرأت وشجاعت اور شہادت:

اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہم میں سے ایک نافع بن ہلال جملی تھا۔ اس نے اپنے نیزے کو زہر آلود کر کے اس پر نشان لگا رکھا تھا۔ وہ اس نیزے کے ساتھ وار کرتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا:

ترجمہ: ”میں نشان زدہ تیر چلاتا ہوں، روح کو تردد فائدہ نہیں دیتا، میں جملی ہوں، میں علی کے دین پر ہوں۔“

اس نے عمر بن سعد کی فوج میں سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا جو زخمی ہوئے وہ ان پر سوا ہیں۔ وہ لڑتا رہا حتی کہ اس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔ اس پر انہوں نے اس کو گرفتار کر کے عمر بن سعد کے پیش کر دیا۔ عمر نے پوچھا کہ اے نافع! افسوس ہے تجھ پر! تو نے اپنا یہ حال کیوں کر لیا ہے؟ نافع نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ حال کس ارادہ سے کیا ہے۔ اس وقت اس کے بدن اور اس کی داڑھی سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر نافع نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے تمہاری فوج کے بارہ آدمی

قتل کر دیئے ہیں اور زخمی ان کے علاوہ ہیں اور میں اپنے کیے پر پشیمان بھی نہیں ہوں، اگر میرے بازو سالم ہوتے تو تم مجھے گرفتار نہ کر سکتے۔ شمر نے عمر بن سعد سے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ عمر نے کہا کہ اسے تم گرفتار کر کے لائے ہو، اگر چاہو تو قتل کر دو۔ شمر نے اٹھ کر تلوار سونتی تو نافع نے کہا کہ اے شمر! اللہ کی قسم! اگر تم مسلمان ہوتے تو یہ امر پر بھاری ہوتا کہ ہمارے خون کا بوجھ لے کر تم خدا کے حضور میں پہنچو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارا خون اپنی بدترین مخلوق کے سپرد کیا ہے۔ اس کے بعد شمر نے اسے قتل کر دیا۔

شمر کا حملہ:

پھر شمر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت سی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا حتی کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب تک پہنچ گیا۔ جب اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان پر سخت دباؤ پڑ گیا ہے اور وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سب امام حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں لڑتے ہوئے ان کے سامنے شہید ہو جائیں چنانچہ عزرہ غفاری کے دو بیٹے عبدالرحمٰن اور عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! علیک السلام دشمن نے ہمیں گھیر لیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا دفاع کرتے ہوئے آپ کے سامنے شہید ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مرحبا! میرے قریب آ جاؤ۔ وہ دونوں آپ کے قریب ہو گئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے برسرِ پیکار ہو گئے۔

ترجمہ اشعار:

''بنو غفار نے واقعی جان لیا ہے، اور بنی نزار کے بعد بنی خندف نے بھی۔ کہ فاسق گروہ کو ضرور قتل کریں گے، ہر شمشیرِ قاطع و براں کے''

ساتھ۔ اے قوم! پاک ذریت کا دفاع کرو، مشارف یمن کی تلواروں اور لہراتے ہوئے نیزوں کے ساتھ۔"

اسکے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک ایک دو دو آدمی آپ کے پاس آتے، آپ ان کے حق میں دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، نیکو کاروں کی جزاء۔ وہ آپ کو سلام کرتے ہیں اور جنگ میں کود پڑتے حتیٰ کہ قتل ہو جاتے۔

عابس کی شجاعت و شہادت:

عابس بن ابی شبیب آئے اور عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! زمین پر دور و نزدیک کوئی بھی رہنے والا مجھے آپ سے زیادہ پیاری نہیں، اگر میری ذات یا میرے خون سے زیادہ پیاری چیز قربان کر دینے سے بھی مجھے یہ قدرت حاصل ہو سکے کہ میں آپ کو ظلم و جور سے یا قتل ہونے سے بچا سکوں تو میں اس سے بھی دریغ نہ کروں۔ اے ابوعبداللہ! السلام علیک! گواہ رہیں کہ میں آپ کی ہدایت پر قائم ہوں، پھر وہ تلوار سونت کر چلا گیا۔ وہ ایک بہادر شخص تھا، اس کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔ اس نے (میدان میں جا کر) پکارا کہ ہے کوئی اس شخص کے مقابلہ شخص؟ ہے کوئی مبارزت قبول کرنے والا لیکن انہوں نے اسے پہچان لیا۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

عمر بن سعد نے کہا کہ اس پر پتھر برساؤ چنانچہ ہر جانب سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی جب عابس نے یہ حالت دیکھی تو زرہ اور خود اتار پھینکیں اور لوگوں پر پل پڑے۔ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ انہوں نے دو سو سے بھی زیادہ یزیدی فوج کو اپنے سامنے سے پیچھے کو دھکیل دیا، پھر ہر طرف سے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے ان کا سر بہت لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا۔ جن میں سے ہر شخص ان کو قتل کرنے کا مدعی تھا۔ وہ اس سر کو عمر ابن سعد کے پاس

لے گئے تو اس نے کہا کہ جھگڑا مت کرو۔ اسے کسی ایک شخص نے قتل نہیں کیا۔ اس پر وہ منتشر ہو گئے۔ ادھر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے سوید بن عمرو بن مطاع کے سوا سارے شہید ہو گئے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

خاندانِ بنی ابی طالب میں سے سب سے پہلے مقتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند علی اکبر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ ان کو مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی نے نیزہ مار کر شہید کیا۔ دراصل مرہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کیلئے آیا تھا لیکن علی اکبر اپنے والد کو بچانے کیلئے یہ رجز پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے:

ترجمہ اشعار:

''میں علی بن حسین علی ہوں۔ بیت اللہ کی قسم! ہم نبی کے زیادہ حقدار ہیں۔ خدا کی قسم! حرام زادے کا بیٹا! ہم پر حکومت نہ کرے گا تم دیکھو گے کہ آج میں اپنے باپ کا کیسے دفاع کرتا ہوں۔''

جب مرہ نے نیزہ مارا تو لوگ ہجوم کر کے ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے پسر! اللہ اس قوم کو غارت کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے اور اس کی حرمتوں کو پامال کرنے میں کتنے جری اور بے باک ہیں، تیرے بعد دنیا خاک دھول ہے۔

عون و محمد اور دیگر نوجوانان اہل بیت کی شہادت:

راوی کا قول ہے کہ چندے آفتاب حسین و پر نور لڑکی خیمہ سے باہر نکلی اور کہا کہ ہائے میرے بھائی! ہائی میرے بھتیجے اور دیکھا تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اپنے خاک و خون میں پڑے ہوئے

بھتیجے کی لاش سے لپٹ گئیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں خیمہ میں پہنچادیا اور لاش اٹھوا کر اپنے خیمہ کے پاس رکھوا دی۔ اسکے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل پھر عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون اور محمد، پھر عقیل بن ابی طالب کے دو بیٹے عبدالرحمٰن اور جعفر اور پھر قاسم بن حسن بن علی ابن طالب یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔

ابو مخنف نے فضیل بن خدیج سے روایت کی ہے کہ ابوشعثاء یزید بن زیاد بہدلی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سو تیرے چلائے، جب وہ تیر چلا چکا تو معلوم ہوا کہ اس نے دشمن کے پانچ آدمی قتل کیے ہیں۔ (اس نے رجز خوانی میں یہ شعر پڑھے:)

ترجمہ اشعار:

"میں یزید ہوں اور میں مہاجر ہوں، میں طاقتور شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں۔ رب تعالیٰ کی قسم! میں حسین کا حامی ہوں اور ابن سعد کو ترک کرنے والا ہوں۔"

ایک یزیدی کا امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ اور آپ کا زخمی ہونا:

کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (سارا دن میدان میں) اکیلے کھڑے رہے جو شخص بھی آپ کے پاس آتا واپس چلا جاتا، کیونکہ آپ کو قتل کرنے سے ہر شخص گریز کرتا تھا۔ آخر بنی بداء کا ایک شخص مالک بن بشیر آیا اور آپ کے سر پر تلوار سے وار کیا جس سے آپ کے سر میں سے خون بہہ نکلا۔ آپ کے سر پر ٹوپی تھی۔ تلوار کی ضرب سے ٹوپی کٹ گئی اور سر زخمی ہو گیا جس سے ٹوپی خون آلود ہوگئی۔ آپ نے مالک بن بشیر سے (جس نے آپ پر حملہ کیا تھا، مخاطب ہو کر) فرمایا کہ اللہ کرے تجھے دنیا میں کھانا پینا نصیب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے ساتھ تیرا حشر کرے، اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ٹوپی اتار پھینکی اور پگڑی منگوا کر باندھ لی۔

حضرت قاسم کی شہادت:

ابو مخنف نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید سے روایت کی ہے کہ اس کے بعد ایک خوبصورت لڑکا، جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا، قمیص، ازار اور جوتے پہنے اور ہاتھ میں تلوار لیے ہماری طرف نکلا۔ اس کے ایک جوتے کا، اور میرا خیال ہے کہ بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس لڑکے پر سخت حملہ کروں گا۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ! اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ یہی تیرے لیے کافی ہے کہ تو نے ان کے سارے ساتھی قتل کر دیئے ہیں، لیکن اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس پر سخت حملہ کروں گا۔ پھر امیرِ جیش عمر بن سعد نے اس پر حملہ کر دیا اور وہ چیخ اٹھا کہ ہائے چچا۔ (یہ جو یزیدی گھوڑوں کے نیچے روندا گیا عمرو بن سعد بن نفیل ازدی تھا اور واصل جہنم ہوگیا۔)

راوی کا قول ہے کہ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح عمر بن سعد پر جھپٹے اور تلوار سے وار کیا۔ عمر نے اسے بازو پر روکا تو اس کا بازو کہنی سے کٹ کر گر پڑا اس پر وہ چیختا، چلاتا فرار ہوگیا۔ اہل کوفہ کے گھوڑے سوار اسے بچانے کیلئے دوڑے لیکن عمر بن سعد گھوڑوں کے سینوں اور سموں کی لپیٹ میں آ گیا اور روندا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب غبار چھٹ گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں اور لڑکا ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس قوم نے تجھے قتل کیا ہے اس کیلئے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ قیامت کے روز وہ تیرے جدامجد کو تیرے قتل کا کیا جواب دیں گے؟ تیرے چچا کیلئے یہ تکلیف دہ امر ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے۔ یا وہ جواب دے تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اللہ کی قسم! تیرے چچا کے مخالف زیادہ ہو گئے ہیں اور معاون کم۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سینے سے سینہ لگا کر اسے اٹھا

لیا اور اپنے بیٹے علی اکبر اور دوسرے مقتولین کے پاس لے جا کر لٹا دیا۔ مجھے اب بھی اس کے پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں نے اس لڑکے کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم بن حسن ابن علی بن ابی طالب ہیں۔

ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایت ہے کہ میں مقتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے روز گھوڑے سواروں میں دسویں نمبر پر کھڑا تھا کہ آل حسین رضی اللہ عنہ میں سے ایک لڑکا قمیص اور ازار پہنے اور ہاتھ میں خیمے کی ایک لاٹھی لیے باہر نکلا۔ وہ سہا ہوا تھا اور دہشت سے دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کے کانوں میں پڑے ہوئے بندے اب بھی مجھے اس کے ادھر ادھر دیکھنے سے ہلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک آدمی نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی، اور جب لڑکے کے قریب پہنچا تو جھک کر اسے پکڑ لیا اور اسے تلوار سے کاٹ کر رکھ دیا۔

ہشام سکونی کا قول ہے کہ اس لڑکے کو ہانی بن ثبیت نے خود قتل کیا تھا لیکن لعنت و ملامت کے خوف سے اس نے اپنا نام نہیں لیا اور کنایہ کیا ہے۔

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھک کر اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس آپ کا چھوٹا بچہ جس کا نام "عبداللہ" تھا لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں لے لیا اور چومتے اور پیار کرتے رہے اور پھر اپنے اہالی کو وصیتیں کرنے میں مشغول ہو گئے۔ (اسی اثناء میں) بنی اسد کے ایک شخص نے جسے ابن موقد النار کہتے تھے نے ایک تیر مار کر بچے کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے بچے کے خون کو ایک چلو لیا اور اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فریا کی کہ اے میرے رب! اگر تو نے آسمان سے ہماری نصرت و اعانت کو روک دیا ہے تو وہی کر جو تیری مصلحت ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

پھر عبداللہ بن عقبہ غنوی نے تیر مار کر ابوبکر بن حسین رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کر دیا اور اس کے بعد آپ کے بھائیوں عبداللہ عباس، عثمان، جعفر اور محمد فرزندانِ علی بن ابی

الب کو بھی قتل کر دیا گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ پر تیر چلانے والے کا بُرا حشر:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر شدت پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ پانی پینے کیلئے دریائے فرات کی جانب بڑھے، اگرچہ دشمن کی فوج نے مقابلہ کیا لیکن آپ ان کی صفوں کو چیر کر فرات کے کنارے پر پہنچ گئے۔ (جب آپ پانی پینے لگے تو) حصین بن تمیم نے ایک تیر مارا جو آپ کے تالو میں پیوست ہو گیا اور خون بہہ نکلا۔ آپ نے یہ خون ہاتھ میں لے کر اوپر کو اچھال دیا اور دعا فرمائی:

”اے اللہ! ان سب کو گن گن کر اور ایک ایک کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔“

راوی کا بیان ہے۔ اللہ کی قسم! کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس تیر کے پھینکنے والے کو سخت پیاس میں مبتلا کر دیا، کبھی اسے ٹھنڈا پانی پلایا جاتا اور کبھی دودھ کی لسی۔ لیکن اس کی پیاس نہ بجھتی اور وہ کہتا کہ تمہارا برا ہو اور پلاؤ مجھے پیاس نے قتل کر ڈالا ہے۔

راوی کا قول ہے کہ خدا کی قسم! کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ پھول کر اونٹ کے پیٹ کی طرح ہو گیا۔

اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن کوفہ کے تقریباً دس آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی منزل کی طرف بڑھا جس میں آپ کے اہل و عیال اور آپ کا مال و اسباب تھے۔ آپ اپنے قافلہ کی طرف بڑھنے لگے تو وہ آپ کے اور آپ کے قافلہ کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر۔ اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور یوم معاد سے نہیں ڈرتے تو کم از کم دنیا کے ذی حسب اور شریف انسان تو بنو، اور اپنے اوباشوں اور اپنے جاہلوں کو میرے مال و اسباب اور میرے اہل و عیال سے دور رکھو۔

ابن ذی الجوشن نے کہا کہ اے فاطمہ کے بیٹے! تیرا یہ مطالبہ منظور ہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور شمر انہیں آپ کو شہید کر دینے پر اکسانے لگا۔ ابوالجوب نے کہا کہ تمہیں خود ان کو قتل کر دینے میں کیا رکاوٹ ہے؟ شمر نے کہا کہ تو کب تک یہ باتیں بتاتا رہیگا؟ ابوالجوب نے کہا کہ تو خود کب تک یہ باتیں بنائے گا؟ اسی طرح ان میں کچھ دیر تلخ کلامی ہوئی، آخر ابوالجوب نے، جو ایک نڈر اور بہادر شخص تھا کہا: اللہ کی قسم! میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے اور تیری آنکھوں میں نیزہ گھونپ دوں، اس پر شمر پیچھے ہٹ گیا۔ [1]

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خونریز جنگ اور شہادت:

اس کے بعد جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنے والا کوئی بھی باقی نہ رہا، تو شمر جنگجو لشکریوں کی ایک جماعت لے کر آ گیا اور آپ کے خیمہ کے قریب آپ کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر چودھویں کے چاند جیسا ایک لڑکا، جس کے کانوں میں دو موتی تھے، دوڑتا ہوا خیموں میں سے باہر نکل آیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسے واپس لے جانے کیلئے اس کے پیچھے آئیں لیکن اس نے انکار کر دیا اور آگے بڑھ کر اپنے چچا کا دفاع کرنے لگا۔

محاصرین میں سے ایک شخص نے اس پر تلوار کا وار کیا جو اسنے اپنے بازو پر روکا، بازو کٹ گیا، صرف کھال باقی رہ گئی۔ اس پر وہ چلایا کہ ہائے ابا! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے اپنے اجر کی امید رکھ۔ اب تیری ملاقات اپنے آبائے صالحین سے ہوگی۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یلغار ہوگئی۔ آپ ہاتھ میں تلوار لیے دائیں بائیں پلٹتے تو لوگ آپ سے اس طرح دور

[1] ابوالجوب کا اصلی نام عبدالرحمن جعفی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے اور اکیلے لڑے تھے اور شمر لعین کو بھی آپ کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور یہ جانتا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔

بھاگتے جیسے بکریاں درندوں سے بھاگتی ہیں۔ آپ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خیمہ سے باہر نکلیں اور کہا کہ کاش آسمان و زمین پر ٹوٹ پڑے، پھر عمر بن سعد کے پاس جا کر کہا: اے عمر! کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ابوعبداللہ تیری آنکھوں کے سامنے شہید ہوں اور تو دیکھتا رہے؟ عمر بن سعد کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے جو اس کی داڑھی تک بہہ گئے لیکن اس نے کوئی جواب دیئے بغیر حضرت زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر کوئی میدان میں نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ شمر بن ذی الجوشن پکار اٹھا کہ افسوس ہے تم پر! اسے قتل کر دینے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ تمہاری مائیں تمہیں روئیں، اسے قتل کر دو۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری جس سے آپ لڑکھڑا گئے، اس پر سب لوگ پیچھے ہٹ گئے، پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر آپ کو نیزہ مار کر گھائل کر دیا اور آپ گر پڑے۔ سنان نے سواری سے اتر کر آپ کو ذبح کر دیا اور آپ کا سر تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کو شہید کرنے والا شمر بن ذی الجوشن تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو بنی مذحج کے ایک شخص نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو عمر بن سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا تھا۔ لیکن یہ بات درست نہیں وہ صرف اس سریہ کا قائد تھا جس میں آپ کو شہید کیا گیا۔

عبداللہ بن عمار سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ میمنہ پر حملہ آور ہوئے تو وہ ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا نہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے اور نہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد۔ جو کثیر دشمنوں میں گھرا ہو، اور اس کی اولاد اور اس

کے اصحاب قتل ہو گئے ہوں اور پھر بھی وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح شجاع، دلیر اور مطمئن ہو۔ اس نے یہ بھی کہا کہ جب عمر بن سعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے عمر! کیا تمہاری آنکھوں کے سامنے ابوعبداللہ کو قتل کر دیا جائے گا؟ تو وہ رونے لگا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

ابو مخنف نے صقعب بن زہیر سے اور انہوں نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دشمن کے ساتھ سخت جنگ لڑ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ کیا تم میرے قتل پر تلے ہوئے ہو؟ اللہ کی قسم! میرے بعد تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل نہ کرو گے، جس کا قتل میرے قتل سے اللہ تعالیٰ کی زیادہ غضبناکی اور ناراضگی کا باعث ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل وخوار کرے گا اور مجھے عزت وعظمت بخشے گا۔ اور تم سے میرا انتقام اس طرح سے لے گا کہ جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ اللہ کی قسم! یاد رکھو، اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا اور تم پر خوں ریزی اور قتل وغارت (کا بھوت) مسلط کر دے گا اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرے گا تاوقتیکہ تمہیں دُگنے اور سخت عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دن کا ایک طویل حصہ میدان میں کھڑے رہے (لیکن آپ کے مقابلہ پر کوئی نہ آیا) اگر لوگ چاہتے تو آپ کو فوراً قتل کر دیتے لیکن ہر شخص دوسرے پر ٹالتا رہا کیونکہ خونِ حسین کا گناہ کوئی بھی اپنے ذمہ لینا نہ چاہتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن پکار اٹھا کہ کس چیز کا انتظار ہے؟ اسے قتل کیوں نہیں کرتے؟ اس پر زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپ کے کندھے پر تلوار ماردی اور اس کے بعد سنان بن انس بن عمرو نخعی نے آپ کو نیزہ مار کر گھائل کر دیا پھر وہ نیچے اترا اور آپ کا سر کاٹ کر خولی کے حوالے کر دیا۔

شمر لعین ایک صحابی کا بیٹا تھا:

ابن عساکر نے شمر ذی الجوشن کے حالات میں لکھا ہے کہ (شمر کا باپ) ذی الجوشن جلیل القادر صحابی تھا۔ اس کا نام شرحبیل یا عثمان ابن نوفل یا ابن اوس بن اعور العامری الضبابی تھا۔ جو قبیلہ بنی کلاب میں سے تھا۔ شمر کی کنیت ابوسابغہ تھی۔

قاتل حسین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

ابن عساکر نے ایک دوسری روایت میں عمر بن شعبہ ابو احمد فضیل بن زبیر، عبدالرحمٰن بن میمون اور محمد بن عمرو بن حسین کے طریق سے نقل کی ہے کہ ہم کربلا کی دونوں نہروں کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے کہ آپ نے شمر ذی الجوشن کو دیکھا اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ایک چتکبرے کتے کو اپنے اہل بیت کے خون میں منہ مارتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ شمر، خدا اسے کوڑھی کرے۔ ابرص تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں جو مال و اسباب تھا وہ سارا سنان اور دوسرے لوگوں نے لوٹ لیا حتی کہ برتنوں اور عورتوں کے پہننے کے پاک وطیب کپڑوں تک انہوں نے مل کر آپس میں بانٹ لیے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر نیزے اور تلواروں کے وار کی تعداد:

ابو مخنف نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ کے بدن پر نیزے کے تینتیس اور تلوار کے چونتیس زخم تھے۔

شمر نے زین العابدین علی الاصغر بن حسین رضی اللہ عنہ کو جو ابھی چھوٹے لڑکے تھے اور مریض تھے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حمید بن مسلم نے جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا، اسے روک دیا۔ پھر عمر بن سعد آ گیا۔ اس نے کہا کہ خبردار! ان عورتوں کے قریب کوئی نہ جائے اور نہ کوئی اس لڑکے کو قتل کرے اور جس نے ان کے مال میں

سے کوئی چیز لی ہو، انہیں واپس کر دے۔

راوی کا قول ہے کہ اللہ کی قسم! کسی نے بھی چیز واپس نہ کی۔ اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابن سعد! اللہ تجھے جزائے خیر دے، تیرے اعلان نے ہمیں شر سے بچا لیا۔

اس کے بعد سنان بن سعد کے خیمے کے دروازے پر آیا اور بلند آواز کے ساتھ یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار:

"میرے سواروں کو سونے اور چاندی سے مالا مال کر دے، میں نے ایک بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے ایک نجیب الطرفین انسان کو قتل کیا ہے، میں نے نسابوں کے شمار میں آنے والوں میں سے اعلیٰ ترین نسب والے کو قتل کیا ہے۔"

ابن سعد نے کہا کہ اسے اندر لے آؤ، جب وہ اندر گیا تو ابن سعد نے اسے کوڑے مارے اور کہا کہ افسوس ہے تجھ پر؟ کیا تو دیوانہ ہے؟ اگر تیرے یہ شعر ابن زیاد سنتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ عقبہ بن سمعان نے جب کہا کہ میں غلام ہوں تو ابن سعد نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کے علاوہ اور کسی کو اس نے آزاد نہ کیا۔ البتہ مرفع بن یمانہ کو ابن زیاد نے احسان کر کے چھوڑ دیا۔

شہید ہونے والوں کی تعداد:

اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے بہتر (۷۲) شخص قتل ہوئے جنہیں اہل غاضریہ میں سے بنی اسد کے لوگوں نے دوسرے روز دفن کر دیا۔

روایت ہے کہ ابن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (کی لاش کو) گھوڑوں سے روند ڈالنے کا حکم دیا لیکن یہ بات درست نہیں۔ واللہ اعلم

اور عمر بن سعد کی فوج میں سے اٹھاسی (۸۸) شخص قتل ہوئے۔

محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ستر (۱۷) شخص قتل ہوئے جو سب کے سب اولادِ فاطمہ میں سے تھے اور حسن بصریؒ نے محمد بن حنفیہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سولہ (۱۶) شخص شہید ہوئے جو سب کے سب اہل بیت میں سے تھے اور اس وقت تمام روئے زمین پر ان جیسا کوئی بھی نہ تھا۔

بعض دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ آپ کے ہمراہ آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد میں سے کل تیئس (۲۳) افراد قتل ہوئے۔ اولادِ علی رضی اللہ عنہ میں سے جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر رضی اللہ عنہم۔ اولادِ امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے علی اکبر، عبداللہ۔ اور آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تین افراد عبداللہ، قاسم اور ابوبکر، بنوالحسن بن علی بن ابی طالب۔ اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون اور محمد، دو افراد اور اولادِ عقیل میں سے جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ اور مسلم بن عقیل جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ان سے پہلے (کوفہ میں) شہید ہو چکے تھے۔ ابن عقیل کی صلب میں سے یہ چار افراد ہوئے۔ اور دو افراد عبداللہ بن مسلم اور محمد بن سعید بن عقیل ان کے علاوہ ہیں۔ اس طرح سے ابن عقیل کی اولاد میں سے مقتولین کی تعداد کل چھ ہوگئی۔ ان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ: ''اور صلب علی میں سے نو کا ماتم کر، جو قتل ہوگئے اور اولادِ عقیل میں سے چھ کا۔ اور نبی کے ہم نام کا، جس کے ساتھ انہیں کی طرح غداری کی گئی اور آبدار تیغ کے ساتھ قتل کیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں جو لوگ شہیدؔ ہوئے ان میں سے ایک آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر بھی تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن بقطر اس سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔ وہ اہل کوفہ کے نام خط لے کر جا رہے تھے

کہ پکڑے گئے اور ابن زیاد نے ان کو قتل کر دیا۔ عمر بن سعد کے اصحاب میں سے اہل کوفہ کے اٹھاسی (۸۸) افراد قتل ہوئے۔ عمر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ معرکہ کے روز عمر بن سعد کے حکم سے اس کے گھوڑے سواروں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (کی لاش) کو گھوڑوں کے سموں میں روند ڈالا، حتیٰ کہ اسے پیس کر زمین کے برابر کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور سے نور کی شعاعیں:

ابن سعد نے اسی روز آپ کا سر مبارک خولی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب خولی یہ سر لے کر (کوفہ) پہنچا تو قصرِ امارت کا دروازہ بند تھا۔ اس لیے سر مبارک کو اپنے گھر لے گیا اور ایک ٹب کے نیچے (ڈھانک کر) رکھ دیا اور پھر اپنی بیوی نوار بن مالک سے کہا کہ میں تیرے لیے زمانے کا معزز لایا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا چیز لائے ہو؟ خوالی نے کہا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا سر لے کر آیا ہوں۔ اس کی بیوی نے کہا کہ لوگ تو سونا اور چاندی لائے ہیں اور تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند کا سر لایا ہے۔ اللہ کی قسم! میں آئندہ کبھی تیرے ساتھ شب باش نہ ہوں گی۔ یہ کہہ کر وہ بستر سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس پر خولی اپنی دوسری بیوی کو جو بنی اسد سے بھی بلا لایا اور وہ اس کے ساتھ سوئی۔ اس دوسری اسدیہ بیوی نے (خولی سے) کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس ٹب میں سے لگاتار نور کی شعاعیں اٹھتے اور اس کے گرد سفید پرندوں کو پھڑپھڑاتے دیکھتی رہی ہوں۔ پھر صبح سویرے خولی نے سر مبارک ابن زیاد کو پیش کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ مشہور ہے کہ خولی کے پاس بہتر (۷۲) سر تھے کیونکہ انہوں نے تمام مقتولین کے سر جمع کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیئے۔ ابن زیاد نے یہ تمام سر یزید کے پاس شام بھیج دیئے۔

سرانور ابن زیاد کے دربار میں اور اس لعین کی گستاخی:

مسند امام احمد میں ہے کہ ہم سے حسین نے، ان سے جریر نے اور ان سے محمد نے اور ان سے انس نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر طشت میں (رکھ کر) عبیداللہ بن زیاد کے پیش کیا گیا تو وہ اس کو (اپنی چھڑی سے) کرید نے لگا اور آپ کے حسن کے بارے میں کچھ باتیں کیں تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل بیت میں سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اور وسمہ لگاتے تھے۔

امام بخاری نے کتاب المناقب میں محمد بن حسین بن ابراہیم سے، انہوں نے حسین بن محمد سے، انہوں نے جریر بن حازم سے، انہوں نے سیرین سے اور انہوں نے اَنس سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام ترمذی نے اسے بہ طریق حفصہ بنت سیرین روایت کر کے کہا ہے کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اس میں ہے کہ ابن زیاد آپکی ناک میں اپنی چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میں نے ایسا حسین کبھی نہیں دیکھا۔

بزار کہتے ہیں کہ ہم کو مفرج بن شجاع بن عبیداللہ موصلی نے، ان کو غسان بن ربیع نے، ان کو یونس بن عبیدہ نے، ان کو ثابت اور حمید نے اور ان کو انس نے بیان کیا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اپنی چھڑی آپ کے ثنایا (سامنے کے دانتوں) پر مارنے لگا۔

اور راوی کا قول ہے کہ میرے خیال میں اس نے کہا کہ حسین نہایت خوبصورت تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک نہایت افسوسناک بات بتاتا ہوں۔ جہاں آپ کی چھڑی پڑ رہی ہے، وہ جگہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو چومتے دیکھا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر وہ جھینپ گیا۔ اس سند میں بزار منفرد ہیں۔ حمید سے یونس بن عبیدہ کے علاوہ، جو اہل بصرہ میں سے ہے اور مشہور ہے اور کسی نے روایت نہیں کی۔ لیکن اس میں کوئی حرج نہیں اسے ابویعلی

موصلی نے ابراہیم بن حجاج عن حماد بن سلمہ عن علی بن زید عن انس کے طریق سے بیان کیا ہے اور عروہ بن خالد نے اسکا ذکر بہ طریق حسن انس کے حوالے سے کیا ہے۔

ابن زیاد کی گستاخی پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

ابومخنف نے سلیمان بن ابی راشد سے اور انہوں نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مجھے عمر بن سعد نے بلایا اور فتح و نصرت کی خوشخبری اور اپنی خیر و عافیت کا پیغام دے کر اپنے اہل و عیال کے پاس کوفہ بھیجا، جب میں وہاں پہنچا تو ابن زیاد دربار لگائے ہوئے تھا اور ملاقاتیوں کا ایک وفد اس کے پاس جلیس تھا۔ میں بھی ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر اپنی چھڑی سے آپ کے سامنے کے دانتوں کو کریدتا رہا۔ آخر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور وہ پکار اٹھے کہ اپنی چھڑی کو ان دانتوں پر سے ہٹا لو۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہونٹوں سے ان دونوں دانتوں کو چومتے دیکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا تجھے رلائے۔ اللہ کی قسم! اگر تو بڑھا کھوسٹ نہ ہوتا اور تیری عقل نہ ماری گئی ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس پر وہ اٹھ کر چلے گئے، جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! زید بن ارقم نے جو بات کہی ہے اگر ابن زیا سن لیتا تو انہیں قتل کر دیا۔ حمید بن مسلم نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ ہمارے قریب سے گزرتے وقت کہتے جا رہے تھے کہ ایک غلام غلاموں کا بادشاہ بن بیٹھا ہے اور انہیں اس نے اپنی جاگیر بنا لیا ہے۔

اے اہل عرب! آج کے بعد تم غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو شہید کر دیا اور ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد مرجانہ لونڈی کا بیٹا تھا) کو اپنا حاکم بنا لیا ہے۔ اب وہ تمہارے

اشراف کو قتل کرے گا اور تمہارے اشرار کو غلام بنائے گا جس نے ذلت و رسوائی کی زندگی پر قناعت کی۔ اس کے مقدر میں محرومی ہے۔ انہوں نے اسی طرح کی ایک اور روایت بھی اپنی سند کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور طبرانی نے بھی بہ طریق ثابت عن زید یہ روایت کی ہے۔

ابن زیاد کے قتل ہونے پر اسکے منہ میں سانپ:

ترمذی نے واصل بن عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے ابی معاویہ سے، انہوں نے اعمش سے اور انہوں نے عمارہ بن عمیر سے روایت کی ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر (کوفہ) لائے گئے اور انہیں مسجد کے صحن میں نصب کیا گیا تو میں بھی وہاں چلا گیا۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ آیا وہ آیا۔ اتنے میں ایک سانپ آیا اور وہ دوسرے سروں میں سے گزرتا ہوا عبیداللہ کی ناک میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل آیا اور چلا گیا حتیٰ کہ غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پھر کہا کہ وہ آیا، وہ آیا، چنانچہ اس نے دو تین بار ایسا کیا۔

(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ۶۶ ہجری میں ان سب یزیدوں کو مختار ثقفی نے قتل کیا تھا۔)

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن زیاد کا اجلاس:

ابن زیاد کے حکم سے اجلاس عام کا اعلان کیا گیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ جب لوگ جمع ہو گئے تو ابن زیاد منبر پر چڑھا اور اپنی فتح و کامرانی اور قتل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بعد کہا کہ حسین جماعت میں تفرقہ ڈال کر حکومت چھیننا چاہتے تھے۔ اس پر عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ افسوس ہے۔ اے ابن زیاد! نبیوں کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور صدیقوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ ابن زیاد کے حکم سے انہیں قتل کر کے (سولی پر) لٹکا دیا گیا۔

سرانور کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا:

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نصب کر کے ابن زیاد کے حکم سے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔

شہیدوں کے سر یزید کے پاس:

اور اس کے بعد عبداللہ نے دوسرے سروں کے ساتھ اسے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ ابن زیاد نے اس قافلہ کے ساتھ گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھی نگرانی کیلئے بھیج دی جس میں ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان ازدی بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ (شہیدوں کے) سر لے کر یزید بن معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔

ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید بن روح بن زنباع جذامی نے اپنے باپ سے اورانہوں نے عاز بن ربیعہ جرشی حمیری سے رایت کی ہے۔ اللہ کی قسم! جب زحر بن قیس دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس آیا تو میں وہاں موجود تھا۔ یزید نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ یا امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت مبارک ہو۔ حسین بن علی بن ابی طالب اٹھارہ اہل بیت اور ستر اصحاب کے ہمراہ ہمارے سامنے آئے۔ ہم ان کے پاس گئے اور یہ شرط پیش کی کہ امیر عبیداللہ بن زیاد کا حکم تسلیم کر کے اطاعت قبول کر لو یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے (اطاعت سے انکار کر دیا اور) جنگ قبول کر لی۔ اس لیے دوسرے روز سورج نکلتے ہی ہم نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر جب تلواریں ان کو موت کے گھاٹ اتارنے لگیں تو وہ مال اسباب چھوڑ کر اور بغیر کسی معین جائے پناہ کے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ہم سے بچنے کیلئے ٹیلوں اور گڑھیوں میں پناہ لینے لگے، جیسا کہ شکرے سے کبوتر پناہ مانگتا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ بھیڑوں اور بکریوں کی طرح تھے، یا دوپہر کو آرام کرنے کیلئے سونے والوں کی طرح تھے کہ ہم نے ان کے

آخری شخص تک کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ اب وہ برہنہ بدن پڑے ہیں۔ کپڑے تارتار ہیں، چہرے غبار آلود ہیں، لاشیں سورج کی تمازت میں سڑ رہی ہیں، ہوائیں ان پر خاک اڑا رہی ہیں اور گدھ اور چیلیں انہیں نوچ رہی ہیں۔

یزید کی مکاری:

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر یزید بن معاویہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بغیر بھی تمہاری فرمانبرداری پر راضی ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ پر خدا کی لعنت! خدا کی قسم! یقین جانو کہ اگر حسین کے مقابلہ پر میں ہوتا تو درگزر سے کام لیتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، پھر اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لانے والے کو کوئی انعام نہ دیا۔ جب آپ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں تمہارے مقابلہ پر ہوتا تو ہرگز تمہیں قتل نہ کرتا۔ اس کے بعد یزید نے حسین بن حمام مری کا یہ شعر پڑھا:

"تلواروں نے لوگوں کی کھوپڑیاں کاٹ کر رکھ دیں، جو اگرچہ ہمارے عزیز تھے لیکن نافرمان اور ظالم تھے۔"

ابو مخنف نے ابو جعفر عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ مروان بن حکم کا بھائی یحییٰ بن حکم اٹھ کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھے:

ترجمہ: "کربلا میں قتل ہونے والے اشراف سے ہمارا قریبی رشتہ تھا، بہ نسبت کمینے حسب نسب والے غلام ابن زیاد کے۔ سمیہ کی نسل کنکروں پتھروں کی طرح بے شمار ہو گئی ہے اور آل مصطفیٰ ﷺ کی نسل ناپید ہو رہی ہے۔"

ابو جعفر عیسیٰ کہتے ہیں کہ اس پر یزید نے یحییٰ بن حکم کے سینے پر گھونسا دیا اور کہا کہ خاموش رہ۔

یزید کا خوشی میں اشعار پڑھنا:

محمد بن حمید رازی شیعی نے محمد بن یحییٰ احمری سے اور انہوں نے لیث سے اور

لیث نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا اور یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے تمثیلاً یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار: ''کاش بدر میں قتل ہونے والے میرے شیوخ دیکھتے کہ بنی خزرج نیزوں کی ضربوں سے کیسے چیخ چلا رہے تھے۔ انہوں نے تلواروں سے ضربیں لگائیں پھر خوشی سے نعرہ مارا، اور مجھ سے کہا کہ مبارک ہو اب تلوار نہ سونت۔ جب میدانِ جنگ میں اونٹ چھاتیاں رگڑیں، اور نیزہ بردار سرگرم قتال ہوں۔ ہم نے تمہارے دوگنا اشراف کو قتل کر دیا ہے، اور یومِ بدر کی میزان کے جھکاؤ کو برابر کر دیا ہے۔''

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ اشعار پڑھ کر یزید نے منافقت کی۔ واللہ! ثم باللہ۔ اس کی فوج میں کوئی بھی ایسی شخص باقی نہ رہا جس نے اس کی مذمت نہ کی ہو یا عیب جوئی نہ کی ہو۔

بعد کے علماء میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے کہ ابن زیاد نے آپ کا سر مبارک شام میں یزید کے پاس بھیجا تھا یا نہیں۔ ان دونوں اقوال سے ظاہراً بات یہ ہے کہ اس نے آپ کا سر مبارک یزید کے پاس بھیجا تھا۔ اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہے۔ واللہ اعلم

سر انور سے یزید کی گستاخی:

ابو مخنف نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے عبداللہ یمانی سے اور انہوں نے قاسم بن نجیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید بن معاویہ کے سامنے رکھا گیا تو وہ اپنی چھڑی سے، جو اس کے ہاتھ میں تھی، آپ کے اگلے دانتوں کو کریدنے لگا اور پھر کہا کہ ان کی اور ہماری مثال ویسی ہے جیسا کہ حصین بن ہمام مری نے کہا ہے کہ:

''تلواروں نے لوگوں کی کھوپڑیاں کاٹ کر رکھ دیں، جو اگرچہ ہمارے

عزیز تھے لیکن نافرمان اور ظالم تھے۔"

اس پر ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذرا دیکھو تو سہی، تمہاری چھڑی اس جگہ پر ٹک گئی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے دیکھا ہے پھر کہا کہ اچھی طرح جان لے کہ قیامت کے روز تم دونوں (اللہ کے حضور) اِس حالت میں حاضر ہو گے کہ ان کی شفاعت کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے اور تیری شفاعت کرنے والا ابن زیاد ہوگا۔ ابو برزہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بھاگ گئے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابوولید سے اور انہوں نے خالد بن یزید ابن اسد سے اس نے عمار دہنی سے اور اس نے جعفر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس وقت حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ یزید (آپ کے دانتوں کو) چھڑی سے کریدنے لگا تو ابو برزہ نے کہا کہ اپنی چھڑی کو ہٹا لو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ جگہ چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ مجھ سے مسلمہ بن شبیث نے، ان سے حمیدی نے ان سے سفیان سے بحوالہ حسن هصه نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو یزید اسے چھڑی سے کچوکے دینے لگا۔ سفیان کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حصین اس بارے میں یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

ترجمہ: "سمیہ کی نسل سنگریزوں کی تعداد کی مانند ہوگئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی کوئی نسل نہیں ہے۔"

..........☆☆☆..........

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کے واقعات

اہل بیت کے افراد بے گور و کفن:

عمر بن سعد نے آپ کے بقیہ خاندان اور عورتوں کو ہودجوں میں سوار کر کے انہیں کوفہ بھیج دیا۔ یہ قافلہ جب میدانِ کارزار سے گزرا اور انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو پڑے ہوئے دیکھا تو عورتوں کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے اپنے چہرے پیٹ ڈالے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی اور ان کی اولاد پر نوحہ کیا اور رو رو کر فریاد کی کہ یا محمد واہ! دہائی ہے تیری اے محمد! دہائی ہے تیری اے محمد! دہائی ہے تیری اے محمد! اللہ تجھ پر درود بھیجے اور آسمان کے فرشتے بھی۔ یہ ہیں حسین چٹیل میدان میں، خون میں لتھڑے ہوئے، مقطوع الاعضاء، دہائی ہے اے محمد! تیری بیٹیاں اسیر ہیں، تیری ذریت قتل ہوئی پڑی ہے اور ہوائیں ان پر خاک اڑا رہی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دوست و دشمن سب کو رلا دیا۔

قافلہ کوفہ پہنچ گیا اور ابن زیاد کی بکواس:

قرہ بن قیس سے روایت ہے کہ جب عورتیں لاشوں کے قریب سے گزریں تو چیخ اٹھیں اور اپنے رخسارے پیٹ لیے۔ قرہ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے پہلے عورتوں کا اتنا حسین منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ بیرین کی نیل گایوں سے بھی زیادہ خوبصورت تھیں۔ پھر یہ قافلہ کربلا سے روانہ ہو کر کوفہ پہنچ گیا۔ وہاں ابن زیاد نے ان کی خاطر مدارت کی اور ان کیلئے لباس وخوراک وغیرہ کا انتظام کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے معمولی لباس پہنا ہوا تھا اور لونڈیوں کے جھرمٹ میں

تھیں، اس لیے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ اس لیے جب انہیں ابن زیاد کے پیش کیا گیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خود اس سے کوئی بات نہ کی۔ اس پر ان کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ زینب بن فاطمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن زیاد بولا کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہیں ہلاک کیا اور تمہارے دعوے کو جھوٹا کیا۔ حضرت زینب نے کہا کہ بلکہ تعریف ہے اس خدا کی جس نے تمہارے قول کے خلاف ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سے عزت بخشی اور ہمیں پاک و طاہر بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ فاسق کو رسوا کرتا ہے اور فاجر کو جھٹلاتا ہے۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہا کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے شہادت کی موت لکھی تھی، اس لیے وہ اپنی قتل گاہ کی طرف خود نکل کر آ گئے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اور تجھے ایک جگہ پر لا کھڑا کرے گا اور وہ تیرے خلاف اپنا جھگڑا اس کی عدالت میں پیش کریں گے۔ اس پر ابن زیاد غصے سے بھڑک اٹھا۔ عمرو بن حریث نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کی بہتری کرے، وہ تو ایک عورت ہے، کیا آپ ایک عورت کی باتوں پر گرفت کریں گے؟ عورت کی باتوں پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی نادانی پر اسے ملامت کی جاتی ہے۔

ابن زیاد کا زین العابدین کو قتل کرنے کا ارادہ:

ابو مخنف نے مجالد سے اور اس نے سعید سے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد نے علی بن حسین زین العابدین کو دیکھا تو اردلی سے کہا کہ اسے دیکھو، اگر بالغ ہو تو قتل کر دو۔ اس نے تہبند کھول کر دیکھا اور کہا کہ ہاں یہ بالغ ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔ اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تیرا ان عورتوں سے قرابتداری کا کوئی واسطہ ہے تو ان کے ساتھ کوئی محافظ بھیج

دے جو ان کی نگرانی کرے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اچھا تم ہی آجاؤ اور انہی کو عورتوں کے ساتھ بھیج دیا۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ سلیمان بن ابی راشد نے یہ روایت حمید بن مسلم سے اس طرح بیان کی ہے کہ جب علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ۔ ابن زیاد نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے علی بن حسین کو قتل نہیں کر دیا؟ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ آپ نے کہا کہ میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اسی کو قتل کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے اللہ نے قتل کیا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن ابن زیاد نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں بولتے؟ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

"جب کسی کی موت آتی ہے تو اسکی روح اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے۔"

﴿سورۂ زمر﴾

اور کوئی جان بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی۔ ﴿سورۂ آل عمران﴾

ابن زیاد نے کہا کہ پھر تو بھی انہی میں سے ہے، پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ دیکھو کیا یہ بالغ ہو چکا ہے؟ اللہ کی قسم! میرے خیال میں یہ بالغ ہے۔ اس پر مری بن معاد احمری نے آپ کا تہبند کھول کر دیکھا اور کہا کہ ہاں یہ بالغ ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان عورتوں کی نگرانی کون کریگا؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا علی سے لپٹ گئیں اور کہا کہ اے ابن زیاد! تیرے لیے وہی کافی ہے جو کچھ کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ کیا تو بھی ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی کو باقی چھوڑا ہے؟ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا علی کے گلے سے لپٹ گئیں اور ابن زیاد سے کہا کہ اے ابن زیاد! اگر تو مسلمان ہے تو میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہوں! اگر تو نے

اسے قتل ہی کرنا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے۔ اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اسے پکار کر کہا کہ اے ابن زیاد! اگر تیرے اور ان کے درمیان قرابتداری کا کوئی واسطہ ہے تو ان کے ساتھ کسی متقی شخص کو بھیج دے جو اسلامی مصاحبت کے مطابق ان کا رفیق راہ ہو۔

راوی کا بیان ہے: ابن زیاد نے ایک ساعت عورتوں کی طرف دیکھا اور پھر قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ رحم کا رشتہ بھی عجیب رشتہ ہے۔ اللہ کی قسم! یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اس لڑکے کو قتل کردوں تو ساتھ میں اسے بھی قتل کردوں، پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ اور علی سے کہا کہ تم خود ہی عورتوں کے ساتھ چلے جاؤ۔

قافلہ یزید کے پاس:

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عورتوں، بچوں اور بیٹیوں کو یزید کے پاس بھیج دیا اور علی بن حسین کے گلے میں طوق ڈال کر انہیں بھی عورتوں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ ابن زیاد نے یہ قافلہ محفر ابن ثعلبی عائذی اور شمر بن ذی الجوشن، خدا اس کا برا کرے، کی نگرانی میں روانہ کیا جب یہ یزید بن معاویہ کے دروازے پر پہنچے تو محفر بن ثعلبہ نے گلا پھاڑ پھاڑ کر کہا کہ محفر بن ثعلبہ حاضر ہے۔ جو امیر المومنین کے پاس کمینے فاجروں کو لایا ہے۔ یزید بن معاویہ نے کہا کہ محفر کی ماں نے ہی شریر اور لئیم کو جنم دیا ہے۔

جب عورتیں اور سر یزید کے پاس پہنچے تو اس نے شرفائے شام کو بلا کر اپنی مجلس میں بٹھایا اور اس کے بعد اس نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عورتوں اور بچوں کو بلوا بھیجا۔ وہ لوگوں کے سامنے یزید کی مجلس میں لائے گئے۔ یزید نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی! تیرے باپ نے مجھ سے قطع رحمی کی۔ میرے حق سے انکار کیا اور میری سلطنت چھیننا چاہی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہارے سامنے ہے۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

کہ ایسی کوئی مذہب نہیں جو زمین پر یا تمہاری جانوں پر پڑی ہو اور ہم نے پیدا کرنے سے پہلے اسے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ﴿سورۂ حدید﴾ یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ ان کو جواب دو۔ لیکن اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر یزید نے اسے کہا کہ ہاں، ان کو جواب دو کہ تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے اور وہ بہت سے قصوروں سے درگزر فرماتا ہے۔ ﴿سورۂ شوریٰ﴾ کچھ دیر وہ خاموش رہا اور پھر عورتوں اور بچوں کو اپنے قریب بلایا۔ ان کو برے حال میں دیکھ کر یزید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ کا برا کرے، اگر ان کے ساتھ اس کی قربتداری اور رشتہ داری ہوتی تو وہ ان کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور ان کو اس حال میں نہ بھیجتا۔

یزید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تلخ کلامی:

ابومخف نے حارث بن کعب سے اور اس نے حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اس نے ہم پر ترس کھایا، ہمارے لیے عطیہ کا حکم دیا اور ہمارے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثناء میں ایک سرخ رنگ کا شامی شخص کھڑا ہوا اور میری طرف اشارہ کر کے یزید سے کہا کہ یا امیرالمومنین! یہ لڑکی مجھے عطا فرمائیں۔ میں ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ شامی کی بات سن کر ڈر کے مارے کانپنے لگی۔ میں سمجھتی تھی کہ شاید یہ ان کیلئے جائز ہے۔ میں نے اپنی بہن کے کپڑوں کو پکڑ لیا جو مجھ سے بڑی بھی تھیں اور عقلمند بھی۔ اور وہ جانتی تھی کہ یہ ان کیلئے جائز نہیں۔ میری بہن نے اس شخص سے کہا کہ اللہ کی قسم! تو نے جھوٹ کہا اور کمینی بات کی۔ یہ نہ تیرے اختیار میں ہے اور نہ اس کے اختیار میں۔ اس پر یزید غصے میں آ گیا اور بولا کہ تو جھوٹی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو مجھے اس کا اختیار ہے اگر میں چاہوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا۔ الا یہ کہ تو ہماری ملت سے

نکل جائے اور کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔ فاطمہ بنت علی کہتی ہیں کہ اس پر یزید نے غصے سے کہا کہ تو یہ بات میرے حق میں کہتی ہے؟ دین سے تو تیرا باپ اور تیرا بھائی خارج ہوئے ہیں۔ زینب نے کہا کہ اللہ کے دین سے اور میرے باپ کے دین سے اور میرے بھائی کے دین سے اور میرے نانا کے دین سے تو تو نے اور تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو زبردستی امیرالمومنین بن بیٹھا ہے اور ظلم و تعدی کے ساتھ گالیاں دیتا ہے اور دھمکیاں دیتا ہے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ یزید اس پر شرمندہ ہو کر خاموش ہوگیا۔ اس شامی شخص نے پھر کہا کہ اے امیرالمومنین! یہ لڑکی مجھے عطا فرمائیں۔ یزید نے کہا کہ دفع ہو جا، نامراد! اللہ تجھے ریزہ ریزہ کر دینے والی موت عطا کرے، پھر اسنے بشیر بن نعمان کو حکم دیا کہ کسی امین شخص کو چند محافظ اور گھوڑے دے کر تیار کرو، جو اِن عورتوں کو اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بحفاظت مدینہ لے جائے۔ یزید نے عورتوں کو دارالخلافہ میں اپنی محل سرا کے پاس ٹھہرایا۔ آل معاویہ کی عورتوں نے رو رو کر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بین کرتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور پھر تین دن تک صفِ ماتم بچھی رہی۔ یزید صبح و شام علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عمر بن حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا تھا۔ ایک دن یزید نے اپنے بیٹے خالد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا تم اس سے لڑو گے؟ اس سے یزید کی مراد صرف تفریح تھی لیکن عمر ابن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک چھڑی میرے ہاتھ میں دے دو اور ایک اس کے ہاتھ میں اور پھر ہماری لڑائی دیکھو۔ یزید نے عمر کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور کہا کہ نر سانپ کی یہی خصلت ہوتی ہے۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

قافلہ اہل بیت کی مدینہ واپسی:

جب یزید نے انہیں رخصت کیا تو علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ سمیہ کے

بیٹے کا برا کرے۔ اللہ کی قسم! اگر میں تیرے باپ کے مقابلہ پر ہوتا تو اس کی ہر بات قبول کر لیتا اور اس کی جان بچانے کیلئے پوری پوری کوشش کرتا، خواہ اس میں میرے کسی بیٹے کی جان بھی چلی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا یہی تھی جو تمہارے سامنے ہے۔ پھر اس نے انہیں بہت سا مال اور پوشاکیں دے کر اور نگران کو ان کی حفاظت کرنے کی تاکید کر کے رخصت کر دیا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس چیز کی بھی ضرورت ہو ہمیں لکھ بھیجنا۔ یزید نے جس محافظ کو ان کے ہمراہ بھیجا تھا وہ راستہ کے کنارے کنارے پر فاطمہ پر نگاہ رکھے عورتوں سے دور دور چلتا رہا حتی کہ قافلہ مدینہ پہنچ گیا۔

(مدینہ پہنچ کر) فاطمہ بن علی رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس محافظ نے جسے ہمارے ساتھ بھیجا گیا ہے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہے۔ اسے اس کی خدمت کا معاوضہ دینے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت زینب نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس کو انعام دینے کیلئے ہمارے پاس زیورات کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ فاطمہ نے کہا کہ ہم اس کو یہی زیورات دے دیں۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ پھر ایک کنگن اور پہنچی میں نے اور ایک کنگن اور ایک پہنچی میری بہن نے ملا کر معذرت کے ساتھ اس کے پاس بھیج دیئے اور کہا کہ یہ تمہارے حسنِ سلوک کا معاوضہ ہے۔ اس نے (زیور واپس کر دیئے اور) کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اگر دنیا کے لالچ میں کیا ہوتا تو یہ میری خدمت کے حق سے بہت زیادہ ہیں لیکن میں نے تو سلوک محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اور اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ تمہاری قرابتداری کی وجہ سے کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھا تو کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خروج کا پس منظر کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا، کس بنا پر کیا اور اس کام میں قدم رکھنے پر انہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟ لوگوں

نے کہا: نہیں۔ یزید نے کہا کہ ان کے خیال میں ان کا باپ میرے باپ سے افضل تھا۔ اور ان کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے بہتر تھی اور ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے نانا سے افضل ہیں اور اس لیے وہ مجھ سے بہتر ہیں اور میری نسبت خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اچھا تو یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے افضل تھا، تو اس بارے میں میرے باپ نے ان کے باپ کے ساتھ اپنی نزاع کا معاملہ خدا کے سپرد کیا اور سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس کے حق میں فیصلہ دیا اور ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل ہیں۔ تو مجھے میرے دین و ایمان کی قسم ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے افضل ہیں۔ اور ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے نانا سے افضل ہیں تو یقیناً اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی انسان رسول اللہ ﷺ کا مدِ مقابل یا ہمسر ہے۔ لیکن حسین نے فیصلہ میں جلدی کی اور یہ آیت نہ پڑھی کہ:

ترجمہ: ''کہو: اے اللہ! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے لے جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔''

﴿سورۂ آل عمران﴾

اور یہ کہ ترجمہ: ''اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک اسی کو دیتا ہے۔''

﴿سورۂ البقرہ﴾

پھر جب عورتیں یزید کے پیش ہوئیں تو فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے یزید سے پوچھا کہ اے یزید! کیا رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں اسیر ہیں؟ یزید نے کہا کہ اے میری بھتیجی! میں تو اس سے پہلے ہی بیزار ہوں۔ فاطمہ نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے پاس کانوں کی ایک بالی تک نہیں چھوڑی۔ یزید نے کہا کہ تمہارا جتنا نقصان ہوا ہے، اس سے بہت زیادہ تمہیں دیا جائے گا۔ پھر یزید نے انہیں گھر میں ٹھہرایا اور ہر ایک سے پوچھ پوچھ کر جتنا کسی کا نقصان ہوا تھا اس

سے کئی گناہ زیادہ ان کو دیا۔

ہشام نے ابو مخنف سے، انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے، انہوں نے عبداللہ ثمالی سے اور انہوں نے قاسم بن نجیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر وفدِ کوفہ شام میں پہنچا اور جامع دمشق میں داخل ہوا تو مروان بن حکم نے ان سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیسے قتل کیا تو انہوں نے کہا کہ ان میں سے اٹھارہ (۱۸) شخص ہمارے سامنے آئے تو اللہ کی قسم! ہم نے ان کو مولی، گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ رہے ان کے سر اور یہ رہے ان کے اسیر۔ مروان دفعتہً اچھل کر اٹھا اور چلا گیا۔ اس کے بعد مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم آ گیا۔ اس نے بھی ان سے وہی سوال کیا اور اس کو بھی انہوں نے وہی جواب دیا۔ یحییٰ نے کہا کہ قیامت کے روز تم کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرب حاصل نہ ہوگا۔ آئندہ میں کبھی تمہارے ساتھ کام میں شریک نہ ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ بھی چلا گیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر مدینہ پہنچی تو بنی ہاشم کی عورتیں حسینؓ پر روئیں اور نوحہ کیا۔

روایت ہے کہ یزید نے سبایا کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا تو بعض لوگوں نے خدا ان کا منہ سیاہ کرے، کہا کہ یا امیر المومنین! وفادی کتے کا ایک پلا بھی باقی نہ چھوڑیں جسے وہ لے جائیں۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں حتی کہ اس کی ذریت میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔ یزید نے تامل کیا تو نعمان بن بشیر نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو اگر رسول اللہ ﷺ ان کو اس حال میں دیکھتے تو ان کے ساتھ کرتے۔ اس پر یزید کا دل موم ہو گیا اور انہیں حمام میں بھیج دیا اور ان کیلئے طعام اور کسا اور عطایا کا حکم جاری کیا اور انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔

اس سے رافضہ کے اس قول کی تردید ہوتی ہے کہ یزیدیوں نے اہل بیت کو اونٹوں کی پیٹھوں پر برہنہ سوار کیا تھا اور اسی دن بختی اونٹوں کے دو کوہان پیدا ہوئے

تھے تا کہ آگے اور پیچھے پردہ رہے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر امیر الحرمین کو ابن زیاد کا خوشی بھرا خط:

اس کے بعد ابن زیاد نے امیر الحرمین عمرو بن سعید کو قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کی مبارکباد کا خط لکھا۔ اس نے ڈھنڈورچی کو بلا کر منادی کرا دی۔ جب بنی ہاشم کی عورتوں نے یہ خبر سنی تو پھوٹ کر روئیں اور آہ و بکا کی۔ اس پر (امیر حرمین) عمرو بن سعید نے کہا کہ یہ عثمان بن عفان کی عورتوں کی آہ و بکاء کا بدلہ ہے۔

ہر حکمران کا سر حسین کی طرح طشت میں:

عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں گیا تو دیکھا کہ اس کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک طشتری میں رکھا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم! پھر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں مختار بن عبیداللہ ثقفی کے دربار میں گیا تو دیکھا کہ عبیداللہ بن زیاد کا سر ایک طشتری میں اس کے سامنے رکھا ہوا دیکھا ہوا ہے۔ (پھر میں نے مختار ثقفی کا سر مصعب بن عمیر کے سامنے رکھا ہوا دیکھا) اور اللہ کی قسم! اس پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں نے ایک طشتری میں مصعب بن عمیر کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے رکھا ہوا دیکھا۔

ابوجعفر بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے زکریا بن یحییٰ ضریر نے، ان سے احمد بن خباب مصیصی نے، ان سے خالد بن یزید نے، ان سے عبداللہ قسری نے اور ان سے عمار دہنی نے روایت کی ہے کہ میں نے ابوجعفر سے عرض کیا کہ مجھے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کے وہ خط ساتھ لے کر جو انہوں نے کوفہ سے لکھے تھے کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیں، روانہ ہو گئے۔ جب آپ قادسیہ سے تین میل ادھر کو تھے آپ کو حر بن یزید تمیمی آن ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شہر کا۔ حر نے کہا کہ لوٹ جائیں۔ وہاں

کے حالات آپ کیلئے سازگار نہیں ہیں۔ آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا لیکن حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائیوں نے جو آپ کے ساتھ تھے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم اپنے بھائی کے قاتلوں سے خون کا بدلہ لیے بغیر ہرگز واپس نہ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں ہے، چنانچہ آپ روانہ ہو گئے حتی کہ آپ کو ابن زیاد کا ہراول دستہ آن ملا۔ انہیں دیکھ کر آپ نے اپنا رخ کربلا کی طرف پھیر دیا اور کنارے کی طرف پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے تا کہ حملہ ایک طرف سے ہو سکے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس (۴۵) سوار اور ایک سو پیدل آدمی تھے۔

ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شرطیں ماننے سے انکار کر دیا:

ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو رے کا حکم مقرر کر کے کہا کہ اس شخص سے میرا پیچھا چھڑا کر اپنے عہدہ کا چارج سنبھال لو۔ ابن سعد نے عذر کیا لیکن ابن زیاد نے اس کا عذر قبول نہ کیا۔ اس پر عمر نے ایک رات کی مہلت مانگ لی۔ اس معاملہ پر سوچ بچار کرنے کے بعد عمر بن سعد صبح سویرے ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا اور کہا کہ جو کام آپ نے میرے ذمہ لگایا ہے، میں اسے سرانجام دینے کیلئے تیار ہوں۔ اس کے بعد وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا، جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر! تین صورتوں میں سے ایک قبول کر لو۔ اول یہ کہ تم مزاحمت نہ کرو اور میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔ دوسری یہ کہ تم میرا راستہ چھوڑ دو اور میں یزید کے پاس چلا جاتا ہے۔ اور تیسری یہ کہ تم مداخلت نہ کرو۔ اور میں کسی سرحد کی طرف نکل جاتا ہوں۔ عمر نے یہ شرطیں قبول کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیں، لیکن اس نے ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں فیصلہ تیرے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ اسے میرا حکم ماننا ہوگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور جنگ قبول فرمالی۔ پس اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ سب کے سب شہید ہو گئے جن میں کچھ

اوپر دس نوجوان آپ کے اپنے اہل بیت میں سے تھے۔ ایک تیر آپ کے لڑکے کو لگا جو آپ کی گود میں تھا۔ آپ اس کا خون صاف کرتے رہے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ اے اللہ! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ جنہوں نے ہمیں اپنی اپنی امداد کا وعدہ دے کر بلایا اور پھر ہمیں کو قتل کیا پھر آپ نے ایک چادر منگوائی، اسے پھاڑ کر اپنے جسم کو لپیٹا اور تلوار لے کر مقاتلہ کیا حتی کہ شہید ہو گئے۔ آپ کو ایک مذحجی نے شہید کیا اور آپ سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اس بارے میں اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار: ''میرے لشکر کو سونے اور چاندی سے مالا مال کر دے، میں نے ایک بہت بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے ایک نجیب الطرفین آدمی کو قتل کیا ہے، نساب جن کے نسب شمار کرتے ہیں ان میں سے اعلیٰ ترین نسب والے کو۔''

راوی کا بیان ہے کہ ابن زیاد نے یہ سر یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو وہ آپ کے منہ پر چھڑی رکھ کر کہنے لگا:

''تلواروں نے لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جو اگرچہ ہمارے عزیز تھے لیکن نافرمان اور ظالم تھے۔''

اس پر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت وہاں موجود تھے کہا کہ اپنی چھڑی کو اٹھا لو۔ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو کئی بار آپ کے منہ پر منہ رکھ کر انہیں چومتے دیکھا ہے۔

عمر بن سعد نے آپ کے اہل وعیال کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ آل امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے ایک مریض لڑکے کے سوا عورتوں کے ساتھ کوئی بھی باقی نہ بچا تھا۔ ابن زیاد نے اسے بھی قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس سے لپٹ گئیں اور کہا کہ واللہ! تم مجھے قتل کیے بغیر اسے قتل نہ کرو گے۔ اس پر

ابن زیاد کو ترس آ گیا اور اس لڑکے (زین العابدین علی بن حسین) کو قتل کرنے سے باز آ گیا۔ پھر اس نے ان سب کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید نے اپنے شامی درباریوں کو بلا بھیجا۔ ان میں سے ایک سرخ رنگ کا نیلی آنکھوں والا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ان لڑکیوں میں سے ایک کم عمر لڑکی کو دیکھ کر کہا کہ اے امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عطا کر دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں، یہ تیرے اختیار میں ہے اور نہ اس کے اختیار میں، تاوقتیکہ تم اللہ کے دین سے خارج نہ ہو جاؤ۔ اس شخص نے اپنا سوال دہرایا تو یزید نے کہا کہ باز رہو۔ پھر یزید انہیں اہل وعیال میں لے گیا اور بالا آخر انہیں مدینہ بھیج دیا۔

اہل مدینہ کو دکھ وغم:

جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو بنی عبدالمطلب کی ایک عورت بال کھولے اور اپنی (ایک) آستین کو اپنے سر پر رکھے اور رو رو کر یہ شعر پڑھتی ہوئی ان سے آ کر ملی:

ترجمہ: ''تم کیا جواب دو گے؟ اگر نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا سلوک کیا۔ میرے بعد میری اولاد کے ساتھ اور میرے اہل کے ساتھ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کیا اور بعض کا خون بہایا۔ میں نے تم کو جو نصیحت دی تھی اس کی جزا یہ تو نہ تھی کہ تم میرے بعد میرے ذوی رحم سے برا سلوک کرو۔''

ابو مخنف نے سلیمان بن ابی راشد سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبید ابی الکنود سے روایت کی ہے کہ یہ اشعار عقیل کی لڑکی نے کہے تھے۔

اور اسی طرح زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ یہ شعر زینب صغریٰ بنت عقیل بن ابی طالب نے آلِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ورودِ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر کہے تھے اور ابوبکر انباری نے باسناد روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی زینب بنت فاطمہ زوجہ عبداللہ بن جعفر نے جو اولادِ جعفر کی ماں تھی، معرکہ کربلا کے روز خیمہ

کا پردہ اٹھا کر یہ اشعار پڑھے تھے۔ واللہ اعلم

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر غیبی اشعار پڑھنے کی آواز:

اور ہشام بن کلبی نے بعض اصحاب سے بہ طریق عمرو بن مقدام اور انہوں نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کی صبح کو ہم نے ایک لونڈی کو یہ کہتے سنا کہ کل میں نے ایک منادی کرنے والے کو یہ منادی کرتے سنا:

ترجمہ: ''اے حسین کو ظلم کے ساتھ قتل کرنے والو! عبرتناک سزا اور عذاب کی خوشخبری مبارک ہو۔ تمام اہل آسمان تمہارے خلاف فریادی ہیں۔ نبی اور فرشتے اور قبائل کی۔ تم پر لعنت ہے ابن داؤد کی۔ اور موسیٰ کی اور حامل انجیل کی۔''

ابن ہشام نے عمر بن خیزوم سے اور اس نے اپنی ماں سے روایت کی ہے کہ میں نے یہ (غیب سے آنے والی) آواز سنی اور لیث اور ابونعیم کہتے ہیں کہ یہ آواز ہفتہ کے روز سنی گئی۔

قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری وغیرہ نے بعض مقتدمین کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

ترجمہ: ''اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! قوم تیرا سر لائی، خون میں لت پت، شرابور۔ گویا کہ اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! تجھے قتل کر کے انہوں نے برملا رسول کا قتل کیا ہے۔ انہوں نے تجھے پیاسا قتل کیا اور ذرا بھی نہ سوچا کہ اس بارے میں قرآن پاک اور کلام الٰہی کا فرمان کیا ہے۔ وہ نعرے لگاتے ہیں کہ تم قتل ہو گئے ہو، حالانکہ انہوں نے تمہارے ساتھ تکبیر وتہلیل کو بھی قتل کر دیا ہے۔''

............☆☆☆............

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دس (۱۰) محرم الحرام ۶۱ ہجری بروز جمعۃ المبارک کو شہید ہوئے۔

ہشام بن کلبی کہتے ہیں کہ ۶۲ ہجری میں شہید ہوئے۔ علی بن مدینی اور ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ ۶۲ ہجری یا ۶۳ ہجری میں قتل ہوئے۔ بعض نے ۶۰ ہجری کو بھی آپ کی شہادت کا سال قرار دیا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ ۶۱ ہجری میں کربلا کے لق ودق میدان میں، جو عراق کا علاقہ ہے، شہید ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھاون (۵۸) سال یا اس کے لگ بھگ تھی۔

ابونعیم نے یہ کہنے میں خطا کی ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال یا چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی۔

فرشتے کا شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دینا اور مٹی دینا:

امام احمد نے عبدالصمد بن حسان سے انہوں نے عمارہ بن زاذان سے، انہوں نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ بارش کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دروازہ پر نگاہ رکھنا، کوئی اندر نہ آنے پائے۔ اسی اثنا میں حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ آگئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مبارک پر سوار ہو گئے۔ فرشتے نے پوچھا کہ کیا آپ کو اس سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ فرشتے نے کہا کہ آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں۔ جہاں ان کا قتل کیا جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس پر فرشتے نے ایک ہاتھ مارا، آپ ﷺ کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ مٹی لے لی اور اپنے پلو میں باندھ لی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں قتل ہوں گے۔

سرخ مٹی فرشتے کا لانا:

امام احمد نے وکیع سے، انہوں نے عبداللہ بن سعید سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اور ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو قتل گاہ دکھا دوں؟ اسکے بعد فرشتے نے مجھے سرخ مٹی دکھائی۔

یہ روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسرے طریق سے بھی روایت ہے۔ اور طبرانی نے ابی اُمامہ سے روایت کی ہے جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والے قصے کا ذکر ہے اور ابن سعید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق روایت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور یہ روایت زینب بن جحش اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل سے بھی روایت ہے اور کئی تابعین نے بھی اسے ارسال کیا ہے۔

میرا بیٹا کربلا میں شہید ہوگا: (فرمان رسول ﷺ)

ابوالقاسم بغوی محمد بن ہارون ابی بکر سے اور وہ ابراہیم بن محمد رقی سے اور علی بن حسن رازی سے، یہ دونوں سعید بن عبدالملک ابوواقد الحرانی سے، ابوواقد عطا بن مسلم سے، وہ اشعث بن سحیم سے، وہ اپنے باپ سے اور ان کا باپ انس بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا

بیٹا حسین رضی اللہ عنہ اس سرزمین پر قتل ہوگا جسے کربلا کہتے ہیں۔ تم میں سے جو شخص وہ وقت پائے حسین کی مدد کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ انس بن حارث سفرِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا اور ان کے ساتھ شہید ہوگیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میدانِ کربلا میں رکنا:

اور امام احمد نے محمد بن عبید سے، انہوں نے شراحیل بن مدرک سے، انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابوعبداللہ یحییٰ، جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آفتابہ برادر تھا۔ صفین کے سفر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا جب آپ مقام نینویٰ پر پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پکار پکار کر کہا کہ اے ابوعبداللہ صبر کر۔ اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے رک جا۔ ابوعبداللہ نے کہا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کو شط الفرات میں قتل کیا جائے گا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس جگہ کی مٹی سنگھاؤں؟ پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور مجھے دے دی۔ اس پر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ اس میں احمد منفرد ہیں۔

اس جگہ اہل بیت کو قتل کیا جائے گا:

اور محمد بن سعد وغیرہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صفین کے سفر میں کربلا کے اس مقام سے گزرے جہاں اندرائن کی بیلیں اُگی ہوئی تھیں۔ آپ نے اس

جگہ کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کرب اور بلا ہے۔ آپ وہاں اتر پڑے اور ایک درخت کے پاس نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس جگہ شہداء کو قتل کیا جائے گا جو باستثنائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام شہداء سے افضل ہوں گے اور جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے اس جگہ پر نشان لگا دیا اور پھر ٹھیک اسی مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

غمِ حسین رضی اللہ عنہ میں جنوں کا کربلا میں نوحہ کرنا:

کعب احبار سے کربلا کے متعلق بہت سے آثار روایت ہیں۔ ابو جناب کلبی سے روایت ہے کہ اہل کربلا ہمیشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جنوں کا یہ نوحہ سنتے رہتے ہیں:

ترجمہ: ''رسول نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو اس کا تمام چہرہ چمک اٹھا۔ اس کے ماں باپ قریش کے اعلیٰ ترین خاندان سے ہیں۔''

۞...... بعض لوگوں نے ان کو یہ جواب دیا ہے:

ترجمہ: ''وہ وفد لے کر آپ کی خدمت میں آئے، آپ کیلئے یہ منحوس ترین وفد تھا۔ پھر انہوں نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کر دیا اور اسے گڑھے والوں کی طرح پھینک دیا۔''

کیا قاتلان حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار ہیں: (۳ سو سال پرانا شعر)

ابن عساکر سے روایت ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت بلادِ روم میں ایک غزوہ پر گئی تو انہوں نے ایک کنیسہ میں شعر لکھا ہوا دیکھا:

ترجمہ: ''کیا جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، قیامت کے روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا کی شفاعت کے امیدوار بھی ہیں؟''

لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ شعر اس جگہ تمہارے نبی کی بعثت سے بھی تین سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

شہادت پر غیبی قلم کا نمودار ہونا:

روایت ہے کہ آپ کو قتل کرنے والے جب واپس گئے اور آپ کا سر مبارک پاس رکھ کر رات کو محفل شراب جمائی تو پردۂ غیب سے ایک آہنی قلم نمودار ہوا اور دیوار پر خونِ حسین رضی اللہ عنہ سے یہ لکھ دیا کہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یہ امید بھی لگائے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے روز ان کے نانا ان کی شفاعت کریں گے؟

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ:

امام احمد نے عبدالرحمٰن اور عفان سے، انہوں نے حماد بن سلمہ، انہوں نے عمار بن ابی عمار سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غبار آلود دوپہر لے وقت خون سے بھری ہوئی ایک شیشی لیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اصحاب حسین رضی اللہ عنہم کا خون ہے، جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں۔

عمار کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو ٹھیک وہی دن شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا روز تھا۔ (اس میں احمد منفرد ہیں اور اس کی اسناد قوی ہیں۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خون کی بوتل:

ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن محمد بن ہانی ابوعبدالرحمٰن نحوی سے انہوں نے مھدی بن سلیمان سے اور انہوں نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سو کر اٹھے تو "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور کہا کہ اللہ کی قسم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں۔ ان کے اصحاب نے پوچھا کہ اے ابن عباس! کیوں کر؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خون کی ایک شیشی لیے ہوئے خواب میں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابن عباس! کیا تم

جانتے ہو کہ میرے بعد میری امت نے کیا کیا؟ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے اور یہ اس کا اور اس کے اصحاب کا خون ہے جسے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کروں گا چنانچہ وہ دن اور وہ گھڑی لکھ لی گئی۔ اس کے بعد چوبیس (۲۴) دن بعد مدینہ میں یہ خبر آئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسی دن اور اسی وقت میں شہید ہو گئے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو صدمہ:

اور ترمذی نے ابی سعید اشج سے، انہوں نے ابی خالد احمر سے، انہوں نے رزین سے اور انہوں نے سلمیٰ سے روایت کی ہے جس میں سلمیٰ کہتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر دھول پڑی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن عبداللہ انصاری نے ان کو قرہ بن خالد نے، ان کو عامر بن عبداللہ نے اور ان کو شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بیوی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے ایک لونڈی کے نالہ و شیون کی آواز سنی جو نزدیک سے نزدیک تر ہوتی گئی اور بالآخر لونڈی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئی۔ لونڈی نے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آخر انہوں نے یہ کام کر ہی ڈالا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو، یا یہ فرمایا کہ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ اس کے بعد آپ غش کھا کر گر پڑیں، اور ہم اٹھ کر چلے آئے۔

جنوں کا غم میں اشعار پڑھنا:

اور امام احمد کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے، ان کو ابن مسلم نے، اور ان کو عمار نے خبر دی ہے کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے جنوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ پر روتے اور نوحہ کرتے دیکھا ہے۔ اسے حسین بن ادریس نے ہاشم بن ہاشم سے، انہوں نے اپنی ماں سے، اور ان کی ماں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے جنیوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نوحہ میں یہ اشعار پڑھتے سنا ہے:

ترجمہ اشعار:

"اے حسین کو ظلم کے ساتھ قتل کرنے والو! تمہیں عبرتناک سزا اور کڑے عذاب کا مژدہ مبارک ہو۔ تمام اہل آسمان تمہارے خلاف فریاد کناں ہیں۔ نبی اور رسول اور قبائل تم پر لعنت ہے ابن داؤد کی اور موسیٰ کی اور صاحب انجیل کی۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کچھ اور اشعار بھی ایک دوسرے طریق سے روایت ہیں۔ واللہ اعلم

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ستر ہزار قتل ہونگے: (فرمان خدا)

خطیب سے روایت ہے کہ ہم سے احمد بن عثمان بن ساج سکری نے، ان سے محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی نے، ان سے محمد بن شداد نے، ان سے ابونعیم نے، ان سے عبداللہ بن حبیب ابن ابی ثابت نے، ان سے ان کے باپ نے، ان کے باپ سے سعید بن جبیر نے اور سعید بن جبیر سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا اور آپ کے نواسہ کے بدلے میں ستر ہزار

سے دو گنا آدمی قتل کراؤں گا۔ (یہ حدیث نہایت غریب ہے۔)

حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی نہایت غریب آثار روایت کیے ہیں۔ اور یوم عاشورہ کے متعلق شیعوں نے مبالغہ کیا ہے اور اس بارے میں بہت سی جھوٹی اور فاحش روایات واضع کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس دن جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس کے نیچے سے خون نکل آتا اور یہ کہ اس دن آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا اور یہ کہ سورج نکلتا تو اس کی کرنیں خونیں ہوتیں، اور یہ کہ آسمان گوشت کی مانند ہو گیا اور یہ کہ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے اور یہ کہ آسمان میں کبھی سرخی نمودار نہ ہوئی تھی وغیرہ۔

ابن لہیعہ نے ابی قبیل معافری سے روایت کی ہے کہ اس روز سورج کو ایسا گرہن لگا کہ ظہر کے وقت ستارے نظر آئے اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لے کر لوگ قصرِ امارت میں داخل ہوئے تو دیواروں سے خون ٹپکنے لگا اور تین روز تک زمین پر تاریکی چھائی رہی۔ اس دن جس نے بھی زعفران یا ورس کو استعمال کیا اسے چھوتے ہی جل گیا۔ اور بیت المقدس کے پتھروں میں سے جس پتھر کو بھی اٹھایا گیا، اس کے نیچے سے تازہ خون نکلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لوٹے ہوئے اونٹوں میں سے جس اونٹ کو بھی پکایا گیا۔ اس کا گوشت حنظل کی طرح سخت کڑوا ہو گیا وغیرہ۔ ایسی حدیثیں انہوں نے وضع کیں جن میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں۔ البتہ قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد اس کے ردعمل کے طور پر رونما ہونے والے واقعات وفتن کے بارے میں جو احادیث اور آثار منقول ہیں۔ ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ان میں سے بہت کم لوگ اس دنیا میں اس کی شامت اور پاداش سے بچ سکے۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ہی کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ان میں سے اکثر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیعہ اور روافض کی اکثر روایات کذب اور دروغ پر مبنی ہیں۔ اس بارے میں ہم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے کافی ہے بلکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں سے بھی بعض امور محل نظر ہیں، اگر ابن جریر جیسے حفاظ اور ائمہ ان کا ذکر نہ کرتے تو میں ان کو نظر انداز کر دیتا۔ ان میں سے اکثر ابو مخنف لوط بن یحیٰ سے روایت ہیں جو مذہباً شیعہ تھے۔ ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہیں۔ لیکن وہ اخبار کے حافظ ہیں۔ ان کے پاس ایسی اخبار کا ذخیرہ ہے جو اور کسی کے پاس نہیں۔ اس لیے تاریخ نویس علمائے خلف کی نسبت ان پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔

یوم عاشورہ کو روافض کا طریقہ:

آلِ بُوَیْہ[1] کے دورِ حکومت چوتھی صدی ہجری میں رافضی عجیب وغریب حرکتیں کرتے تھے۔ عاشورہ کے دن بغداد میں اور دوسرے شہروں میں ٹینک چلائے جاتے، راستوں اور بازاروں میں راکھ اور بھوسہ بچھائے جاتے، دوکانوں پر ٹاٹ آویزاں کیے جاتے، لوگ آہ وبکا کرتے اور موافقت امام حسین رضی اللہ عنہ میں بہت سے لوگ رات بھر پانی نہ پیتے کیونکہ آپ کو پیاسا شہید کیا گیا تھا۔ عورتیں ننگے سر اور ننگے پاؤں گھروں سے باہر نکل آتیں اور سرِ بازار اپنے چہرے اور چھاتیاں پیٹتیں، وعلیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح کی دوسری قبیح وشنیع بدعات ومخترعات پر عمل کرتیں۔ ان پر اور ان جیسی دوسری رسومات پر عمل کرنے سے ان کا مقصد دولت بنی امیہ کی تذلیل تھا کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی کے دورِ اقتدار میں شہید کیا گیا تھا۔

ملک شام کے لوگ یوم عاشورہ کو خوشی مناتے:

ادھر اہل تشیع اور اہل رفض کے برخلاف شام کے ناصبی عاشورہ کے دن

---

[1] "بُوَیْہ" ایک غریب مچھیرا تھا جو مچھلیاں پکڑ کر اپنا پیٹ پالتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

مرغوب کھانے پکاتے، نہا دھو کر خوشبو میں لگاتے اور زرق برق لباس پہنتے۔ ان کیلئے یہ عید کا دن تھا۔ وہ انواع و اقسام کے کھانے پکاتے تھے اور عیش و طرب کی محفلیں سجاتے تھے، یہ سب کچھ وہ روافض کے عناد میں ان کو جلانے اور چڑانے کیلئے کرتے تھے۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے خیالات:

جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ان کی تاویل کی ہے کہ آپ امت کے اجماع کو پارہ پارہ کرنے آئے تھے اور جس کی لوگوں نے اجتماعی طور پر بیعت کر لی تھی اسے معزول کرنے آئے تھے۔ صحیح مسلم میں اختلاف و تفرقہ ڈالنے والے کی زجر و توبیخ میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے لیکن بالفرض جہلاء کے ایک طبقہ نے آپ کو اسی تاویل کی بنا پر قتل کیا ہو تو ان کا یہ اقدام درست نہیں۔ ان کو چاہیے تھا کہ آپ کی تین شرطوں میں سے کسی ایک کو، جن کا پہلے ذکر ہوا ہے، قبول کر لیتے، لیکن جب جباروں کے ایک طائفہ نے آپ کی مذمت کی تو لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور ان کی تمام و کمال مذمت کی..... حالانکہ انہوں نے جو قدم اٹھایا وہ درست نہ تھا اور نہ وہ سیدھا راستہ تھا جو انہوں نے اختیار کیا قدیم اور جدید دور کے تمام علماء نے، باستثنائے چند کوفیوں کے، خدا ان کا برا کرے، امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل پر نفرت کا اظہار کیا ہے اور ان میں سے بہت سوں نے تو اپنے فاسد اغراض و مقاصد کیلئے آپ کو کوفہ آنے کے دعوت نامے بھیجے تھے۔

جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ کوفی لالچ کے بندے ہیں تو اسنے ان کی اسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور ساتھ ہی ان کو ڈرایا یا دھمکایا بھی۔ اس پر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اعانت و نصرت سے کنارہ کش ہو گئے اور بالآخر انہیں شہید کر دیا۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جو فوج تھی ان میں ہر ایک آدمی قتل حسین رضی اللہ عنہ پر رضی نہ تھا بلکہ اس پر تو خود یزید بھی راضی نہ تھا۔ واللہ اعلم

لیکن اس نے اس فعل کو ناپسند بھی نہیں کیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ اگر یزید کو قتل امام حسین رضی اللہ عنہ سے قبل اس کا اندازہ ہو جاتا تو وہ درگزر سے کام لیتا جیسا کہ اسے اس کے باپ نے وصیت کی تھی یا جیسا کہ اس نے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر پا کر اس کا اظہار کیا تھا۔ یزید نے ابن زیاد کے اس فعل پر اسے کوسا بھی اور گالیاں بھی دیں لیکن اسکے باوجود نہ تو اس نے اسے معزول کیا اور نہ اسے کوئی سزا دی اور نہ ہی اسے کوئی سرزنش کی۔ واللہ اعلم

مسلمان کس طرح شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا غم کرے:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ قتل امام حسین رضی اللہ عنہ پر افسوس کرے۔ آپ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور علماء کرام صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی افضل ترین بیٹی کے فرزند ہیں۔ آپ عابد، شجاعت اور سخی تھے۔ لیکن اس طرح سے جزع فزع کرنا درست نہیں جیسا کہ شیعہ کرتے ہیں۔ اکثر ریا اور تصنع کا دخل ہے۔ آپ کے والد آپ سے افضل تھے جو قتل ہوئے لیکن وہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا ماتم نہیں کرتے۔ آپ کے والد سترہ (۱۷) رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جمعہ کے دن صبح کی نماز پڑھنے کیلئے آئے تو انہیں شہید کر دیا گیا۔

اسی طرح اہل سنت و الجماعت کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ وہ ذی الحجہ ۲۶ ہجری کے ایام تشریق میں اپنے گھر میں محصور تھے کہ انہیں شہ رگ سے شہ رگ تک ذبح کر ڈالا گیا۔ لیکن ان کے یوم شہادت کو کسی نے ماتم کا دن نہیں بنایا اور اسی طرح سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، ان کو اس حال میں قتل کیا گیا کہ محراب میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے اور قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ لیکن ان کے یوم شہادت کو بھی کسی نے ماتم کا دن نہیں بنایا اور پھر اسی طرح سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے افضل تھے لیکن کسی نے ان

کے یومِ وصال کو ماتم کا دن قرار نہیں دیا اور رسول اللہ ﷺ جو دنیا و آخرت میں تمام عالمِ انسانیت کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح دوسرے انبیاء کی طرح قبض کرلی لیکن ان کے یومِ وفات کو بھی کسی نے اس طرح ماتم کا دن قرار نہیں دیا جس طرح رافضی جاہل مصرع الحسین رضی اللہ عنہ کے دن ماتم کرتے ہیں اور کسی نے بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کی وفات سے پہلے یا بعد کسوف شمس یا حمرۃ السماء جیسے امور ظاہر ہوئے جیسا کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں۔

............☆☆☆............

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

بہت سے متاخرین کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ میں دریائے کربلاء کے نزدیک طف کے ایک مقام میں ہے اور ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کی جگہ کا نشان مٹ گیا ہے اور کسی کو اس کی تعین کے متعلق اطلاع نہیں ہے اور ابو نعیم، الفضل بن دکین اس شخص پر جو یہ خیال کرتا تھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کو پہچانتا ہے عیب لگاتے تھے اور ہشام بن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھوڑ دیا گیا تاکہ آپ کی قبر کا نشان مٹ جائے اور وہ پانی چالیس دن کے بعد خشک ہو گیا، اور بنی اسد کا ایک بدو آیا اور ایک ایک مٹھی مٹی لے کر اسے سونگھنے لگا حتی کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کس قدر خوشبودار ہیں اور آپ کی مٹی بھی خوشبودار ہے پھر کہنے لگا:

> ”انہوں نے چاہا کہ آپ کی قبر کو آپ کے دشمن سے چھپا دیں اور قبر کی مٹی کی خوشبو نے یہ قبر کا پتہ دے دیا۔“

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک:

اہل تاریخ اور اہل سیر کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا مگر کئی لوگوں نے اس بات سے انکار کیا ہے اور میرے نزدیک پہلی بات زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم

پھر انہوں نے اس جگہ کے بارے میں جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دفن کیا گیا تھا، اختلاف کیا ہے۔

محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر نائب مدینہ عمرو بن سعید کو بھجوا دیا اور اس نے اسے آپ کی ماں کے پاس جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

ابن ابی الدنیا نے عثمان بن عبدالرحمٰن کے طریق سے بحوالہ محمد بن عمر بن صالح (یہ دونوں ضعیف ہیں) بیان کیا ہے کہ آپ کا سر ہمیشہ یزید بن معاویہ کے خزانہ میں رہا حتی کہ وہ مر گیا۔ پس اسے اس کے خزانہ سے لے کر کفن دیا گیا اور دمشق شہر میں باب الفرادیس کے اندر دفن کر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں آج کل وہ جگہ باب الفرادیس الثانی کے اندر مسجد الرأس کے نام سے مشہور ہے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یزید بن معاویہ کی دایہ ریا کے حالات میں بیان کیا ہے کہ جب یزید کیسامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو اس نے ابن الزبعریٰ کے شعر کو بطور مثال پڑھا:

''کاش میرے شیوخ بدر میں نیزوں کے پڑنے سے خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر اس نے سر کو دمشق میں تین روز تک نصب کیے رکھا پھر اسے اسلحہ خانے میں رکھ دیا حتی کہ سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ آ گیا تو اسے اس کے پاس لایا گیا اور وہ سفید ہڈیاں ہی رہ گیا تھا پس اس نے اسے کفن دیا اور خوشبو لگائی اور اس پر نماز پڑھی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا اور جب بنو عباس آئے تو انہوں نے اسے کھود کر نکالا اور اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یہ عورت بنی اُمیہ کی حکومت کے بعد بھی زندہ رہی اور ان کی عمر ایک سو سال سے متجاوز تھی۔ واللہ اعلم

اور فاطمیوں نے ۴۰۰ ہجری کے قبل سے لے کر ۶۶۰ ہجری کے بعد تک دیار مصر پر قبضہ کیا۔ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیار مصر میں پہنچا اور انہوں نے اُسے وہاں دفن کیا اور اس پر ۵۰۰ ہجری کے بعد ایک مزار بنایا جو اسی کے نام سے مصر میں مشہور ہے اور کئی اہل علم ائمہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی کوئی

اصل نہیں ہے اور اس سے ان کا مقصد نسب شریف کے دعویٰ کے بطلان کو چھپانا ہے اور وہ اس میں جھوٹے اور خائن ہیں اور قاضی باقلانی اور علماء کے کئی ائمہ نے اسے ان کی حکومت میں جو ۴۰۰ ہجری کی حدود میں قائم تھی۔

بیان کیا ہے جیسا کہ ہم ان سب باتوں کو عنقریب بیان کریں گے جب ہم اس کے مقام پر پہنچیں گے۔ انشاء اللہ

میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگ ان کے متعلق اس قسم کی بات مشہور کرتے ہیں کہ وہ سر کو لائے اور انہوں نے اسے مذکورہ مسجد میں رکھ دیا اور کہنے لگے: یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ پس یہ بات ان کے متعلق مشہور ہوگئی اور انہوں نے اس کا یقین کرلیا۔ واللہ اعلم

شہادت حسین پر زوجہ کو غم:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیوی رباب کا باپ انیف یا امرئ القیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی قوم کا آمر بنا دیا جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے اسکی ایک لڑکی کا رشتہ مانگا۔ اس نے ایک ہی وقت میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سلمیٰ کا نکاح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری بیٹی رباب کا نکاح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور تیسری بیٹی محیاۃ بنت امرئ القیس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو رباب سے بے حد محبت تھی۔ یہاں تک کہ اسکی تعریف میں آپ شعر کہتے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے:

ترجمہ: ''یقیناً میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں، جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور ان پر مال خرچ کرتا ہوں، اور اس میں کسی ملامت کرنے والے کو مجھ پر عتاب کرنے کا حق نہیں۔ اور اگر مجھ پر کوئی عتاب کرے بھی تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، نہ زندگی میں نہ خاک

کی آغوش میں۔"

جب آپ کربلا میں شہید ہوئے تو حضرت رباب رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ اسے آپ کی شہادت کا سخت صدمہ ہوا حتی کہ سال بھر آپ کی قبر پر بیٹھی رہی۔ پھر یہ شعر پڑھ کر واپس آگئی۔

جب وہ قبر سے اٹھ کر واپس آگئی تو اشراف قریش میں سے بہت سوں نے اسے نکاح کے پیغام بھیجے لیکن اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو اپنا حمونہ بناؤں گی اور نہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو اپنا خاوند بناؤں گی۔ آپ کی لڑکی سکینہ جو نہایت خوبصورت تھیں۔ اسی کے بطن سے تھیں۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اہل عراق پر ناراضگی:

بخاری نے بحوالہ محمد بن ابی نعیم سے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک عراقی نے آپ سے اس محرم کے متعلق دریافت کیا جو مکھی کو مار دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اہل عراق، مکھی کے مارنے کے متعلق پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں میرے دنیا کے گلدستے ہیں اور ترمذی نے اسے عن عقبہ بن مکرم عن وہب بن جریر عن ابیہ عن محمد ابن ابی یعقوب، اسی طرح روایت کیا ہے کہ ایک عراقی شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کپڑے کو لگ جانے والے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل عراق کی طرف دیکھو جو مچھر کے خون کے متعلق دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے فرمایا: اہل عراق کی طرف دیکھو جو مچھر کے خون کے متعلق دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور پوری حدیث کو بیان کیا ہے پھر انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

............☆☆☆............

ضمیمہ

یوم عاشورہ کے فضائل

اور

یزیدوں کا بُرا انجام

تحقیق و ترتیب:

مولانا عبدالاحد قادری

نوری کتب خانہ لاہور

یوم عاشورہ کے فضائل

یوم عاشورہ کے فضائل:

۞......اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ کِتَابِ اللهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ بیان فرمائی ہے۔ جس دن زمین وآسمان پیدا کیے گئے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔''

حرمت کے مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محرم بھی ہے۔ (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔) اور اسی ماہ میں عاشورہ کا دن بھی ہے۔ جس میں عبادت کرنیوالے کیلئے عظیم ثواب مقرر کیا گیا۔ ہم سے شیخ ابوالنصر نے بالا سناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محرم کے کسی دن روزہ رکھا، اس کو ہر روزہ کے عوض تیس دن کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

یوم عاشورہ کے روزے کا ثواب:

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے محرم کی دس تاریخ یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا، اس کو دس ہزار فرشتوں، دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج و عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا جائے گا جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ اس کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند کرے گا جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا گویا اس نے اپنی

طرف سے تمام امت محمدیہ کا روزہ رکھلوایا اور ساری امت کا پیٹ بھرا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین، پہاڑوں، سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ لوح وقلم کو بھی عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں عاشورہ کے دن داخل فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، ان کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ ہی کے دن دیا گیا۔ فرعون کو عاشورہ کے دن (نیل میں) غرقاب کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ ہی کے دن قبول فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن معاف فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ قیامت عاشورہ کے دن ہی برپا ہوگی۔

یوم عاشورہ یتیم پر شفقت کرنے کا ثواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ اس کیلئے ساٹھ برس کی عبادت اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا، اس کو ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کیلئے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ جس نے عاشورہ کے دن کسی مسلمان کا روزہ کھلوایا گویا اس نے تمام امت محمدیہ ﷺ کا روزہ کھلوایا اور سب کے پیٹ بھروا دیے جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ بلند کیا جائے گا۔

یوم عاشورہ کے اہم واقعات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزہ

کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا۔ لوح وقلم عاشورہ کے دن پیدا کیے، حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ کا عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے عاشورہ کے دن نجات بخشی، ان کے فرزند کا فدیہ عاشورہ کے دن دیا۔ فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دکھ درد کو عاشورہ کے دن دور کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عاشورہ کے دن اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا گناہ اسی دن بخشا گیا۔ حضرت سلمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی۔ خود باری تعالیٰ عاشورہ کے دن عرش پر متمکن ہوا۔ قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلی بارش عاشورہ کے دن ہوئی جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا، وہ مرض الموت کے سوا کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا، جس نے عاشورہ کے دن پتھر کا سرمہ آنکھوں میں لگایا تمام سال اس کو آشوب چشم نہیں ہوگا جس نے اس دن کسی کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی عبادت کی، جس نے عاشورہ کے دن کسی کو ایک گھونٹ پانی پلایا، اس نے گویا ایک لمحہ کو اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

یوم عاشورہ کی نفلی عبادت:

جو شخص یوم عاشورہ کے دن چار رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور پچاس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس سال بعد کے گناہ بخش دیتا ہے اور اوپر کی دنیا میں اس کیلئے ایک ہزار

نورانی محل بنائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ زلزال، سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص ایک ایک بار پڑھے اور پھر فراغت پر ستر بار بارگاہ سرور کونین ﷺ میں ہدیہ درود شریف بھیجے۔ یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

یوم عاشورہ اور شب بیداری:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا گیا اور وہ محرم کی دس تاریخ یوم عاشورہ ہے۔ اس دن تم بھی روزہ رکھو اور گھر والوں پر کھانے میں فراخی کرو اور جو شخص عاشورہ کے دن اپنے مال سے گھر والوں پر فراخی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورا سال اسے فراخی عطا فرماتا ہے اور جو آدمی اس دن روزہ رکھے وہ روزہ چالیس سال کا کفارہ بنتا ہے اور جو شخص عاشورہ کی رات عبادت کرے، اور وہ دن کو روزہ رکھے اسے یوں موت آئے گی کہ احساس تک نہ ہوگا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے رات کو (عبادت کے ذریعے) زندہ رکھے جب تک چاہے اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے گا۔

حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ، جعفر کوفی سے وہ ابراہیم بن محمد منتشر (رحمہم اللہ) سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانے میں کوفہ کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کو رزق میں فراخی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا سال فراخی عطا فرماتا ہے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم پچاس سال سے اس کا تجربہ کر رہے ہیں اور ہم وسعت اور کشادگی ہی دیکھ رہے ہیں۔

یوم عاشورہ گھر والوں پر رزق کی فراخی کرنے کی برکت:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کا کشادہ کھانا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سال بھر کشادہ رزق عطا فرماتا ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ جو شخص زینت کے دن یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھے، اسے سال بھر کے فوت شدہ روزوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص عاشورہ کے دن صدقہ دے سال بھر کے فوت شدہ صدقے کا ثواب پالیتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص عاشورہ کے دن خوشبودار سرمہ لگائے آئندہ پورا سال اس کی آنکھوں میں تکلیف نہ ہوگی۔

یوم عاشورہ کو جانور اور پرندے بھی روزہ رکھتے ہیں:

ابوغلیط بن خلف حجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے میرے گھر پر ایک چڑیا دیکھی تو فرمایا یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔ حضرت قیس ابن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عاشورہ کے دن جنگلی جانور بھی رزہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان المبارک کے بعد اس مہینے کے روزے افضل ہیں جسے محرم کہا جاتا ہے اور فرض نماز کے بعد عاشورہ کی رات میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ذوالحجہ کے آخری اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھے، اس نے گزشتہ سال کا اختتام اور نئے سال کا افتتاح روزے سے کیا اور اللہ تعالیٰ اسے پچاس سالوں کا کفارہ بنادے گا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں: قریش دور جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ نبی کریم

ﷺ بھی مکہ مکرمہ میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو رمضان المبارک کے روزے فرض ہوگئے پس جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اس بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم اس کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ:

عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے، اس کی وجہ مختلف طور پر بیان کی گئی ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو عاشورہ کہا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے امت محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں۔ اس میں یہ دن دسویں بزرگی ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو عاشورہ کہتے ہیں۔ پہلی بزرگی تو رجب کی ہے وہ اللہ کا ماہ رحم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب بزرگی صرف اس امت کو عطا کی ہے، باقی مہینوں پر رجب کو فضیلت ایسی ہی ہے جیسی امت محمدیہ کی فضیلت دوسری امتوں پر دوسری شعبان کی بزرگی ہے۔ ماہ شعبان کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت دوسرے انبیاء علیہم السلام پر تیسرا ماہ رمضان ہے۔ اس کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ چوتھی فضیلت شب قدر کی ہے، یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ پانچواں دن عیدالفطر کا ہے۔ یہ روزوں کی جزا ملنے کا دن ہے۔ چھٹا عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں۔ ساتویں فضیلت کا دن عرفہ کا دن ہے، اس دن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا

ہے۔ آٹھواں دن نحر (قربانی) کا دن ہے۔ نواں دن جمعہ کا دن ہے۔ ان تمام دنوں کی ایک خاص عزت اس کے وقت پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اس گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور امت کو خطاؤں سے پاکی حاصل ہو جائے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز دس پیغمبروں پر ایک ایک عنایت خاص فرمائی۔ (کل دس عنایتیں ہوئیں۔)

(۱) اس روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ (۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام رفیع پر اٹھایا۔ (۳) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز کوہ جودی پر ٹھہری۔ (۴) اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا، اسی دن نمرود کی آگ سے ان کو بچایا۔ (۵) اسی روز حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو (چھینی ہوئی) سلطنت واپس ملی۔ (۶) اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا (دکھ درد) ختم ہوا۔ (۷) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (رود نیل میں) غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا۔ (۸) اسی روز حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔ (۹) اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ (۱۰) اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔ (یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی۔)

عاشورہ محرم کا کونسا دن ہے:

اس بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ عاشورہ محرم کا کونسا دن ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں۔ محرم کی دسویں تاریخ ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں گیارہویں تاریخ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نویں تاریخ منقول ہے۔ حضرت حکیم بن اعرج کہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا عاشورہ کا روزہ کس دن رکھا جائے؟ آپ نے فرمایا جب محرم کا چاند دیکھو تو گنتی کرتے رہو۔ پھر نویں تاریخ روزہ رکھو۔ میں

نے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ بھی یہ روزہ رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ فرماتے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہود ونصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب آئندہ سال آئے تو انشاء اللہ ہم نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔ آئندہ سال آنے سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں آئندہ سال بقید حیات رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ آپ نے اس بات کا ڈر محسوس کرتے ہوئے کہ عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہو جائے یہ بات فرمائی۔

یوم عاشورہ شہادت حسین:

یوم عاشورہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے، آپ کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ میں نے دروازے سے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک پر چڑھے ہوئے کھیل رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں مٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور چشم مبارک سے آنسو جاری تھے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل کر چلے گئے تو میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے قریب گئی اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے ابھی دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپ اشکباری فرمارہے تھے؟ آپ نے فرمایا: حسین! میرے سینے پر کھیل رہے تھے،

میں بہت خوش تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے وہ مٹی لا کر دی جس پر حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا، یہ سبب میری اشکباری کا تھا۔

اہل بیت سے حسن سلوک:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کو بشارت دے رہے ہیں اور اس پر مہربانی فرما رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو سلیمان بن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ میں نے کہا کہ تم نے شاید رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے اچھا سلوک کیا ہے۔ سلیمان نے کہا: جی ہاں! یزید بن معاویہ کے خزانے میں مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ملا تھا، میں نے سر مبارک دیباج کے پانچ کپڑوں میں کفنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر قبر میں دفن کر دیا۔ میں نے کہا کہ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ تم سے راضی ہوگئے۔ اس پر حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ اچھا سلوک اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔

قبر حسین پر فرشتوں کی اشکباری:

حمزہ بن زیارت نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ یہ دونوں پیغمبر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت ابواسامہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے اترے اور قیامت تک آپ کیلئے اشکباری کرتے رہیں گے۔

یوم عاشورہ پر اعتراض اور اس کا جواب:

اس عظیم دن کی عظمت اور اس کے روزے پر کچھ لوگوں نے طعن کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی لہذا یہ روز

جائز نہیں۔ وہ کہتے ہیں آپ کی شہادت کی وجہ سے اس دن ہمہ گیر انداز میں رنج کا اظہار ہونا چاہیے جبکہ تم اس دن خوشی مناتے ہو اور اہل وعیال پر رزق کی کشادگی اور کثیر نفقہ نیز فقراء اور ضعیف و مسکین لوگوں پر صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہو، مسلمانوں پر جو امام حسین علیہ السلام کا حق ہے اس کا تقاضا یہ ہے۔

یہ بات کہنے والا خطا کار ہے اور اس کا مذہب نہایت برا اور فاسد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس دن شہادت کا شرف عطا فرمایا جو اس کے نزدیک نہایت عظمت و بزرگی اور شان والا دن ہے تاکہ اس کے باعث ان کے درجات اور اعزازات میں مزید اضافہ ہو اور اس بزرگی کے سبب وہ خلفاء راشدین میں سے شہداء کرام کے درجے کو پہنچ جائیں۔

اگر آپ کے یوم شہادت کو ماتم ومصیبت کا دن بنانا جائز، ہوتا تو سوموار کا دن اس بات کا زیادہ مستحق تھا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی روح مبارک قبض فرمائی، اسی طرح اس دن حضرت ابوبکری صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: نبی کریم ﷺ کا وصال کس دن ہوا؟ میں نے عرض کیا: سوموار کے دن۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میرا وصال بھی اسی دن ہوگا چنانچہ آپ کا وصال بھی اسی دن ہوا۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات دوسروں کی وفات سے زیادہ عظیم ہے مگر سوموار کی فضیلت اور اس دن روزے کی اہمیت پر سب لوگوں کا اتفاق ہے اور اس دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جمعرات کے دن بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اسی طرح عاشورہ کے دن کو مصیبت کا دن قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس دن کو فرحت و سرور کا دن قرار دینے کی بہ نسبت تکلیف ومصیبت کا دن قرار دینا، کسی طرح بھی مناسبت نہیں جیسا کہ ہم اس کی فضیلت پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو ان کے دشمنوں سے نجات دی، اس

دن ان کے مخالفین فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین نیز تمام باعظمت چیزوں کو اس دن پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس دن پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والوں کیلئے بہت زیادہ ثواب بخشش و عطاء مقرر فرمائی اور اسے گناہوں کا کفارہ اور تمام برائیوں سے نجات کا باعث قرار دیا۔ لہٰذا عاشورہ کا دن دوسرے بابرکت دنوں یعنی عیدین اور جمعہ وغیرہ جیسا ہوگیا پھر (دوسری بات یہ ہے کہ) اگر اس دن غم کا اظہار کرنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین اسے یوم غم قرار دیتے کیونکہ وہ ہمارے مقابلے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرب اور خصوصی تعلقات رکھتے تھے اور اس دن اہل و عیال کو رزق میں فراخی دینے اور روزہ رکھنے کی ترغیب انہی سے منقول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں: ''عاشورہ کا روزہ فرض ہے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام سے پوچھا تمہیں کس نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے فرمایا: باقی حضرات میں سے وہ سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص عاشورہ کی رات کو (عبادت کے ذریعے) زندہ رکھے اللہ تعالیٰ اسے جب تک چاہے زندہ رکھتا ہے۔'' ان تمام دلائل و اقوال سے معترض کا باطل عقیدہ واضح ہوگیا۔

............☆☆☆............

یزیدوں کا بُرا انجام

قاتلان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جو موت سے پہلے نہ ذلیل ہوا ہو، وہ سب کے سب قتل ہوئے یا اکثر مصائب میں گرفتار ہوئے۔

﴿شواہد النبوۃ﴾

ایک لاکھ چالیس ہزار:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے متعلق وحی آئی کہ اے محبوب! یحییٰ بن زکریا کے سر کے بدلے میں نے ستر ہزار آدمی مارے اور آپ کے لاڈلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں ایک لاکھ چالیس ہزار نابکاروں کو ہلاک کروں گا۔

آتشیں تابوت:

صحیفہ رضویہ جو حضرت علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی تصنیف کردہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قاتلین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک آتشیں تابوت میں ہوں گے۔ لوہے اور آگ کی زنجیروں سے ان کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہوں گے اور اس تابوت سے اس قدر بدبو آتی ہوگی کہ دوزخ کے فرشتے بھی خدا سے پناہ مانگیں گے۔

معاویہ ابن یزید:

یزید کے مرنے کے بعد اس کے مشیر کاروں نے زبردستی اس کے بیٹے معاویہ

ابن یزید کو تخت پر بٹھا دیا اگرچہ وہ برابر انکار کرتا رہا۔ معاویہ ابن یزید ایک صالح اور متقی شخص تھا۔ اراکین سلطنت کے اصرار سے مجبور ہو کر تخت حکومت پر بیٹھ کر ایک خطبہ پڑھا جس میں اس بات کا صاف اعتراف و اعلان تھا کہ خلافت نہ تو میرا حق ہے نہ تو میرے باپ دادا کا حق تھا۔ لہٰذا میں تخت خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ یہ اعلان کرنے کے بعد معاویہ ابن یزید نے جو گوشہ نشینی اختیار کی تو چالیسویں دن انتقال کے بعد ہی اس گوشہ سے نکلے۔

معاویہ ابن یزید کے انتقال کے بعد مروان ابن حکم اپنی چالاکی اور عیاری سے تخت پر قابض ہو گیا لیکن اسے زیادہ دن حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا ۶۵ ہجری میں موت نے اسے بھی آ دبوچا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹے عبد الملک ابن مروان کو اپنا جانشین بنا کر شام و مصر کی حکومت اس کے حوالہ کر دی۔

اس وقت کیفیت یہ تھی کہ حجاز و اطراف حجاز میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم تھی اور شام و مصر میں عبد الملک ابن مروان کی حکومت تھی۔ کوفہ پر نہ تو حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر و اقتدار تھا اور نہ ہی عبد الملک ابن مروان کا کوئی اختیار تھا۔ عجیب کشمکش کی حالت تھی۔ اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختار بن عبید ثقفی نے کوفہ پر اپنا پورا تسلط جما لیا۔ یہ مختار بن عبید ثقفی وہی شخص ہے جس کے ہاں امام مسلم نے سب سے پہلے قیام کیا تھا اور اسی کے مکان میں اہل کوفہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت لی تھی۔ مختار بن عبید ثقفی نے برسر اقتدار آتے ہی اس بات کا قطعی عہد کیا کہ کربلائی ظالموں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور خون امام حسین رضی اللہ عنہ کا پورا پورا بدلہ لوں گا۔ چنانچہ مختار نے یہ کیا کہ سب سے پہلے ان ظالم کمینوں کو گرفتار کرایا جنہوں نے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیڑا اٹھایا تھا۔

شمر اور ابن سعد کا بُرا انجام:

لہٰذا اس سلسلے میں سب سے پہلے شمر اور ابن سعد گرفتار کر کے مختار کے سامنے

پیش کیے گئے۔ مختار نے دیکھتے ہی پوچھا کہ تم لوگ وہی ہونا جن کے حکم سے ساقی کوثر کے نواسوں پر پانی بند کیا گیا اور کربلا کی تپتی ہوئی ریتیلی زمین پر تڑپا کر شہید کیا گیا۔ اے ابن سعد! اے شمر! سچ بتانا کہ اس ظلم بے حد کے بدلے تمہیں کتنی دولت ملی۔ ظالمو! تمہیں ذرا بھی غیرت نہ آئی کہ جن کا کلمہ پڑھتے تھے انہی کے نواسہ پر یہ ظلم و ستم "جلاد" ان دونوں کمینوں کو میرے سامنے تڑپا تڑپا کر ذبح کر، تاکہ ان کی عبرت ناک موت دوسروں کیلئے سبق آموز ہو۔ موت کے خوف سے دونوں خبیث کانپنے لگے، چہرہ زرد ہو گیا۔ گڑگڑا کر رحم کی درخواست کی اور کہا کہ ہم نے از خود کوئی کام نہیں کیا بلکہ ابن زیاد نے ہمیں حکم دیا تھا۔ مختار نے کہا: تمہیں اور رحم کی بھیک دی جائے ناممکن۔ جب تمہیں رحمتہ اللعالمین ﷺ کی آل پر رحم نہیں آیا تو مختار کو تم پر رحم نہیں آسکتا، رہ گیا ابن زیاد کا معاملہ، اسے بھی چھوڑا نہیں جائے گا۔ تم آگے چلو، ابن زیاد بھی تمہارے پیچھے آرہا ہے۔ اے جلاد! اب زیادہ دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں فوراً قتل کر، تاکہ جتنی جلدی ہو سکے زمین ان کے ناپاک بوجھ سے ہلکی ہو جائے۔

......عمر بن سعد اور شمر کے قتل کے بعد مختار نے حکم دیا:

میدان کربلا میں جتنے لوگ ابن سعد کے ساتھ نواسہ رسول کے مقابلہ میں گئے تھے انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس اعلان کا سننا تھا کہ کربلا کے میدان میں جانے والے کوفی بصرہ کی جانب بھاگنے لگے لیکن مختار کی فوجوں نے ان کا برابر پیچھا کیا جس کو جہاں پایا قتل کر دیا۔ لاش جلا دی مکان کا سارا مال لوٹ لیا۔

خولی بن یزید:

یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو جسم اطہر سے جدا کیا تھا اور نیزے پر لٹکایا تھا جب یہ گرفتار ہو کر مختار کے سامنے لایا گیا تو اسے دیکھتے ہی مختار غصہ سے کانپنے لگا۔ حکم دیا کہ اسے فوراً چومنہ کرو، اس کے بعد اس کا

ہاتھ پیر کاٹو تا کہ دنیا اس دشمن اہل بیت کا عبرتناک تماشہ جی بھر کر دیکھ لے، چنانچہ خولی کو اسی ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر کے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔

تقریباً چھ ہزار ظالم کوفیوں کو مختار نے طرح طرح کی تکلیفوں میں جتلا کر کے قتل کیا۔ ان ظالم کوفیوں نے اب قتل ہوتے وقت جانا کہ دست بیکسی میں مرنے اور حالت بیچارگی میں قتل ہونے کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دین چھوڑنے اور دنیا طلب کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

فتنہ انگیز اور ظالم کوفیوں کو قتل کرنے کے بعد اب مختار کو ابن زیاد کا خیال آیا۔ ابراہیم ابن مالک ابن اشتر کو بلایا اور کہا کہ میں نے کوفیوں کے فتنہ کو فرد کرنے کیلئے تمہیں بلایا تھا لہٰذا اب واپس جا کر ابن زیاد کے مقابل اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور شرط اللہ کو بھی اپنے ساتھ ضرور لیتے جانا کہ اس کی برکت سے تمہیں فتح نصیب ہو گی چنانچہ ابراہیم ابن مالک شرط اللہ کو لے کر اپنے لشکر پہنچے اور پوری فوج کو تیار کر کے کوچ کر دیا۔

شرط اللہ:

یہ ایک کرسی تھی جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی کرسی پر بیٹھ کر مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو شہادت نصیب ہوئی تو یہ کرسی حضرت طفیل کے حصہ میں آئی۔ جب مختار نے کوفہ میں اپنی حکومت قائم کی تو حضرت طفیل کی خدمت میں بیش قیمت تحائف پیش کر کے ان سے وہ کرسی حاصل کر لی اور جامع مسجد دمشق میں ایک قیمتی صندوق رکھا گیا تو مختار نے کھڑے ہو کر حاضرین مسجد کے سامنے ایک تقریر کی۔

> حضرات! شیعوں کے واسطے یہ کرسی شرط اللہ اسی طرح معتبر ہے جس طرح مسلمانوں کیلئے مقام ابراہیم اور بنی اسرائیل کیلئے تابوت سکینہ۔ یہ کرسی جس لشکر کے ساتھ رہے گی وہ اپنے سے ہزار گنا زیادہ لشکر پر بھی

غالب آئے گا۔ فتح و نصرت کے فرشتے اسکے ساتھ ہیں۔ یہ شیر خدا مولا علی کا نشان ہے اور اب دنیا بھر میں شیعوں کا بول بالا رہے گا۔

ابن زیاد:

یہ وہ شخص ہے جس کے ترتیب کردہ پروگرام کے مطابق میدان کربلا میں ظلم وستم کا ڈرامہ کیا گیا تھا۔ اب کوفہ سے اپنی جان بچا کر موصل کی طرف جا رہا تھا۔ بیس ہزار کا لشکر ساتھ تھا۔ ابراہیم ابن مالک نے اسے موصل پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں روک لیا۔ چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیے رات میں جنگ ملتوی کر دی گئی۔ اس وقت ابن زیاد کا سالار لشکر عمر ابن اسلمی تھا جو کبھی ابراہیم ابن مالک کا دوست تھا۔ رات کو خفیہ طریقہ پر آ کر ابراہیم سے ملاقات کی اور کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ کل جب معرکہ کارزار گرم ہو تو میں اپنی فوج کے ساتھ تم سے آ کر مل جاؤں تاکہ ظالم ابن زیاد کو بدترین ذلت نصیب ہو اور مجھے بھی اس کی غلامی سے نجات ملے۔ کیا کروں جبراً اس کے ساتھ ہوں۔ عمرو بن اسلمی کی گفتگو نے ابراہیم کی ہمت اور بندھا دی اور انہیں اپنی فتح کا یقین کامل ہو گیا۔

جب صبح کو جنگ شروع ہوئی تو ابراہیم ابن مالک نے دیکھا کہ عمرو بن اسلمی کی فوج بڑی جانبازی کے ساتھ ان کی فوج پر حملہ آور ہے کافی دیر انتظار کے بعد جب عمرو بن اسلمی نہ آیا تو ابراہیم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ اس کی ایک جنگی چال تھی چنانچہ ابراہیم ابن مالک نے شرط اللہ اٹھائی اور پورے جوش کے ساتھ ابن زیاد کی شامی فوج پر حملہ کر دیا۔ ابن زیاد کی فوج اس حملہ کی تاب نہ لا سکی اور قدم اکھڑ گئے۔ ابن زیاد جو ابھی تک شریک جنگ نہ ہوا تھا اپنی فوج کی یہ کیفیت دیکھ کر خیمہ سے باہر نکل پڑا اور تلوار کھینچ کر پوری شدت کے ساتھ ابراہیم کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ پکارا کہ اے شامی بہادرو! دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ کیوں گھبراتے ہو، بڑھو اور کامیابی کو اپنے گلے سے لگا لو۔ ابن زیاد کی اس

مختصر تقریر سے شامیوں میں دوبارہ جوش پیدا ہو گیا۔ لوٹ پڑے اور گھمسان کی جنگ شروع کر دی مگر ان کا یہ جوش عارضی تھا۔ ابراہیم کے سپاہی شرط اللہ کو دیکھ کر اس قدر بے باک اور نڈر ہو کر لڑ رہے تھے کہ شامیوں کی ایک بھی نہ چلی۔ صبح کو جنگ شروع ہوئی تھی اور اب شام ہونے کے قریب تھی کہ ابراہیم کی فوج کا ایک کوفی سپاہی آگے بڑھ کر ابن زیاد کے سینے پر برچھے کا ایسا وار کرتا ہے کہ ابن زیاد گھوڑے کی پشت پر الٹا جھک جاتا ہے اور اس سے پہلے کہ شامی اسے بچالیں اس کوفی نے دوسرا ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ کندھے سے لے کر کمر تک جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔ ابن زیاد کا قتل ہونا تھا کہ شامی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

یہاں یہ کیفیت ہوئی کہ مختار نے ابن زیاد کے سر کے آنے سے تین دن پہلے ہی یہ اعلان کر دیا کہ بہت جلد ابن زیاد کا سر کوفہ کے دارالامارۃ میں آنے والا ہے۔ اس اعلان سے چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ مختار بھی انبیاء کی طرح دعویٰ علم غیب کرتا ہے لیکن جب تیسرے دن ابن زیاد کا سر آ گیا تو تمام کوفی حیرت زدہ رہ گئے۔ یہ وہی مختار ہے جو شروع میں محب اہل بیت رہا اور بعد میں دعویٰ نبوت بھی کیا۔ واللہ اعلم

جب ابن زیاد کا سر مختار کے پاس پہنچا تو اس نے کوفہ کے دارالامارۃ میں ایک عظیم مجلس منعقد کی اور جس جگہ ابن زیاد نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو رکھا تھا وہیں مختار نے اس کا سر رکھا اور جس جگہ ابن زیاد نے امام کے سر مبارک کو لٹکایا تھا وہیں مختار نے اس کا بھی سر لٹکایا۔

ابن زیاد کے ناک میں غیبی سانپ:

ترمذی شریف میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کوفہ کے دارالامارۃ میں مختار کے سامنے رکھے گئے تو سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا جو

تمام سروں پر سے گھومتا ہوا ابن زیاد کے سر کے قریب آیا اور اس کے ایک نتھنے سے اندر گھس کر تھوڑی دیر بعد دوسرے نتھنے سے باہر نکل آیا اسی طرح سات بار وہ سانپ گھسا اور نکلا پھر غائب ہو گیا۔

حرملہ بن کاہل کا بُرا انجام:

یہ وہ شقی ازلی ہے جس نے حضرت علی اصغر کے تشنہ حلقوم پاک پر ایسا تاک کر تیر مارا تھا کہ حلقوم پاک کو چھیدتا ہوا بازوئے امام میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس پر منجانب الٰہی یہ عذاب نازل ہوا کہ پیٹ کی جانب سامنے کے حصہ میں ہر وقت شدید ترین جلن ہوتی رہتی تھی اور پشت کی جانب سخت قسم کی سردی کا احساس رہتا تھا چین نہ ملتا۔ پیٹ کی گرمی سے نجات پانے کے لیے ہر وقت پنکھا جھلتا تھا اور پیٹھ کی سردی دفع کرنے کے لیے پیچھے آگ جلاتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد پیاس کی اتنی شدت بڑھ گئی کہ ہر وقت پانی پیتا رہتا تھا مگر پیاس نہ جاتی تھی اور ایک دن انہیں مصائب وآلام نے اسے جہنم کی وادی تک پہنچا دیا۔

جابر ابن یزید ازدی کا بُرا انجام:

یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جام شہادت نوش فرمانے کے بعد سر مبارک سے عمامہ شریف اتارا تھا، یہ بدنصیب پاگل ہو گیا۔ گندی نالیوں کا پانی پیتا اور جانوروں کی لید کھاتا ہوا مرا۔

جعونہ حضری کا بُرا انجام:

یہ وہ بدنہاد شخص ہے جس نے بعد شہادت امام عالی مقام کے جسم اطہر سے پیراہن مبارک اتار کر خود پہن لیا تھا۔ کوڑھی ہو گیا۔ اس کے جسم کا ایک ایک عضو سڑ گیا اور اسی موذی اور گھناؤنے مرض میں اس کی ناپاک روح نکلی۔

اسود بن حنظلہ کا بُرا انجام:

یہ وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تلوار لی تھی، مرض برص میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت وخواری کی حالت میں موت سے ہمکنار ہوا۔

شمر کا بُرا انجام:

یہ وہ خبیث ترین انسان ہے جس نے سینہ امام عالی مقام پر چڑھ کر حلقوم پاک پر خنجر چلایا تھا۔ اس کی بدترین ذلت وخواری کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب یہ مرا، اس وقت اس کی شکل سور کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔

خولی بن یزید:

اس کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔ قتل ہونے سے پہلے خدائے قہار کی جانب سے اس پر عذاب کے موکل مقرر کر دیئے گئے تھے جو ہر رات میں اس کو اوندھا لٹکا کر اس کے نیچے آگ جلاتے تھے پھر مختار نے اسے قتل کرا کے آگ میں جلوا دیا۔

غرضیکہ ابن سعد، شمر، قیس بن اشعث، خولی بن یزید، سنان بن انس، عبید اللہ بن قیس، یزید بن مالک وغیرہ ظالم کربلائیوں کو مختار نے سخت ترین عذاب کے ساتھ قتل کر کے ان کی ناپاک لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا کر ہڈیاں تک چور چور کرا دیں اور انہیں خاک میں ملا دیا۔

یزید کی موت:

......یزید کیسے مرا؟

اس حقیقت کو جاننے کے لیے ہر نظر اٹھی ہوئی ہے۔ ہر کان اس کے سننے کے لیے بے چین ہے۔ یزید کی موت کے سلسلے میں تین روائتیں ملتی ہیں:

(۱) یزید ایک دن اپنے انتہائی رازدار مصاحب سرجون ابن منصور کے ساتھ شکار کے لیے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک رومی النسل پادری کی لڑکی پر یزید کی نگاہ پڑ گئی۔

ہوس کار تو تھا ہی بے چین ہو گیا۔ اب روزانہ کا دستور بنا لیا کہ اس گرجے تک آتا اور واپس چلا جاتا۔ محض اس خیال سے کہ کوئی سبیل نکل آئے کہ اپنا مقصود پالوں ایک دن لڑکی نہا کر اپنے مکان کی چھت پر بال سکھا رہی تھی۔ یزید کی نگاہ جب پڑی تو تاب ضبط نہ رہی دیوانہ وار پکارنے لگا۔ لڑکی نے سوچا کہ اس خبیث کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے کہ چاند کو دیکھ کر کتا بھونکنے لگتا ہے۔ یہ ہوس پرست میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔ اپنے وقت کا بادشاہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت میری عزت و ناموس کو اپنی طاقت وقوت کے ذریعہ تباہ و برباد کر دے۔ جب اس نے اپنے نبی کی آل پر ظلم وستم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو میں تو غیر ہوں، اس کا دست ظلم کہاں باز رہ سکتا ہے۔

لہٰذا اس خبیث کی ہوس کاریوں سے محفوظ رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس بوالہوس کو کسی طرح قتل کر دیا جائے اور اگر اس سلسلے میں جان سے ہاتھ دھونا پڑے یہ گوارا ہے لیکن اپنی عصمت کو داغدار بنایا جائے یہ گوارا نہیں چنانچہ یہ سوچ کر اپنے باپ سے مشورہ کیا، پادری نے کہا: مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے۔ اس کے بعد جب پھر یزید آیا تو لڑکی نے اشارہ کیا کہ تو تنہا آ، تب ملاقات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یہ ہوس پرست دوسرے دن تنہا پادری کے مکان پر پہنچ جاتا ہے۔ لڑکی پہلے ہی سے گھوڑے پر زین ڈالے تیار کھڑی تھی۔ یزید کے پہنچتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھ روانہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ دونوں حمص کے قریب دشت حوارین میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں کا موسم بڑا ہی خوشگوار تھا۔ یزید نے شراب تو پی ہی رکھی تھی یہاں کی ٹھنڈی ہوا نے نشہ کو دوگنا کر دیا۔ لڑکی نے موقع پا کر اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا پیچھے کیا اور عبا میں چھپائی ہوئی تلوار نکال کر اس زور کا وار کیا کہ یزید گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ لڑکی اپنے گھوڑے سے نیچے کودی اور یزید کے سینے پر سوار ہو کر کہنے لگی کہ او بدطینت جب تو نے اپنے نبی

کے نواسہ پر رحم نہ کھایا اور اس بارگاہ میں جہاں سے تجھے ایمان واسلام کی بھیک ملی تھی وفادار نہ رہ سکا تو تجھ سے کون امید وفا کرسکتا ہے۔ بس اب یہ تیرا آخری وقت ہے یہ کہہ کر اپنی تلوار سے یزید کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے، دو تین روز تک چیل کوّے اس کے جسم کے ٹکڑوں کو نوچتے کھاتے رہے۔ اس کے بعد اس کے بہی خواہ تلاش کرتے ہوئے پہنچے اور وہیں دفن کر دیا۔

(۲) کثرت شراب خوری نے یزید کے پھیپھڑوں کو بالکل بیکار کر دیا تھا۔ ہر وقت نشہ میں دھت رہتا تھا، کتے اس کے اردگرد رہا کرتے تھے۔ زانی حد درجہ کا تھا۔ چند روز امراض کبدی میں رہ کر دست پھرتا ہوا جہنم رسید ہوا اور شہر دمشق کے باہر اس کو دفن کیا گیا۔

(۳) علامہ ابو اسحٰق اسفرائینی نے اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین میں تحریر فرمایا کہ ایک دن یزید اپنے ایک ہزار لشکر کے ساتھ شکار کے لیے نکلتا ہے۔ شہر دمشق سے دو دن کے راہ طے کر کے ایک میدان میں پہنچتا ہے اچانک اس کی نگاہ ایک ہرن پر پڑی، اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا ہرن ایک لق و دق خوفناک میدان میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ یزید کا پورا لشکر اس سے دور نہ جانے کہاں رہ گیا۔ البتہ اس کے دس لشکری اس کے ساتھ یہاں تک پہنچ آئے تھے۔ پیاس نے اتنا تڑپایا کہ یزید اور اس ساتھی ایڑیاں رگڑتے ہوئے جہنم میں پہنچ گئے۔ اس دن سے اس وادی کا نام ''وادی جہنم'' پڑ گیا۔

............☆☆☆............

دیگر یزیدوں کا بُرا انجام

ہزاروں یزیدی تو مختار کی تلوار سے قتل ہوئے۔ بہت سے قسم قسم کی تکلیفوں میں مبتلا ہو کر موت کے گھاٹ اترے، بعض کے منہ ایسے سیاہ اور بھیانک ہو گئے کہ دیکھنے والوں پر خوف کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ بعض اندھے ہو گئے، بعض بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرے۔

شامیوں میں سے ایک شخص جو قاتلین امام میں سے تھا، اس کا منہ سور جیسا ہو گیا تھا، لوگ اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوف محسوس کرتے تھے۔

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ کربلائی ظالموں میں سے ایک کا عضو تناسل اس قدر دراز ہو گیا تھا کہ وہ اسے کمر کے گرد لپیٹ کر یا کاندھے پر رکھ کر چلتا تھا۔

بوڑھا جل مرا:

ابو الشیخ نے روایت کیا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کہ جس نے بھی امام عالی مقام کے قتل میں ذرا بھی امداد و اعانت کی وہ ضرور کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہوا۔

ایک بوڑھا یزیدی بیٹھا تھا کہا کہ میں بھی تو معرکہ کربلا میں شریک تھا اور امام کے مخالفین میں سے تھا لیکن مجھے تو آج تک کچھ بھی نہ ہوا۔ اچانک اس محفل میں جلنے والا چراغ بجھنے لگا یہ بوڑھا اس کی بتی درست کرنے اٹھا جیسے اس نے بتی کو ہاتھ لگایا پورے بدن میں آگ لگ گئی۔ بے تحاشہ آگ آگ چلاتا ہوا بھاگا اور دریائے فرات میں کود پڑا۔ مگر یہ قہر الٰہی کی آگ تھی۔ ایک فرات کیا کل زمین کا

ایک ایک قطرہ پانی بھی اس پر ڈال دیا جاتا تو بجائے بجھانے کے تیل کا کام کرتا۔ انجام کار اسی آگ میں جل کر جہنم کی آگ میں پہنچ گیا۔

شعلہ بھڑکا:

سدی کہتے ہیں کہ کربلا میں ایک شخص نے میری دعوت کی۔ دعوت میں اور بھی لوگ شریک تھے آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ جو بھی آل رسول کا خون بہانے میں شریک تھا ذلت کی موت مرا۔

میزبان نے کہا کہ یہ بات غلط ہے ایک تو میں ہی زندہ وسلامت موجود ہوں۔ حالانکہ میں بھی یزیدی لشکر میں تھا اور میں نے بھی اہل بیت اطہار اور ان کے رفقاء کا مقابلہ کیا تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا یہ شخص بھی چراغ کی بتی درست کرنے اٹھا۔ ابھی چراغ تک ہاتھ بھی نہ پہنچا تھا کہ چراغ سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور اس کے پورے جسم کو جلا کر کوئلہ بنا دیا۔

آنکھوں سے اندھا ہو گیا:

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ ایک بوڑھا شخص اندھا ہو گیا تھا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تو اندھا کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے دست اقدس میں ننگی تلوار ہے اور سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دس قاتل ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ پر نگاہِ غضب ڈالتے ہوئے فرمایا: تو نے موجودرہ کر اس گروہ کو شہ دی اور یہ فرما کر خون امام کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی۔ جب صبح کو میں اٹھا تو اندھا تھا۔

اشارہ انگشت:

ایک بوڑھے نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ سامنے ایک طشت

ہے۔ اس میں خون بھرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ان پر اسی خون کا دھبہ لگا دیتے ہیں۔ جب اس بوڑھے کی باری آئی تو اس نے عرض کیا کہ سرکار (حضور نبی کریم ﷺ) میں تو موجود نہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دل سے تو چاہا تھا پھر اپنی انگشت مبارک سے اس کی جانب اشارہ فرمایا۔ صبح کو اٹھا تو اندھا تھا۔

منہ سور کی طرح ہو گیا:

منصور کہتے ہیں میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا منہ سور جیسا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اس سے جب اس کی وجہ پوچھی تو کہا: میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ان کی اولا پاک پر لعنت کیا کرتا تھا۔

ایک رات میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کر رہے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس خبیث کی شکایت سن کر اس پر لعنت فرمائی اور اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس کا چہرہ سور کا ہو گیا۔

عجیب و غریب حکایت:

خلیفہ مامون رشید نے ایک مرتبہ اپنے وزیر سے کہا کہ علماء میں سے کسی ایسے عالم کو میرے پاس لاؤ جس نے کوئی انتہائی حیرت انگیز بات سنی ہو یا بچشم خود دیکھا ہو۔ وزیر اس وقت کے ایک ایک عالم کے پاس گیا لیکن کوئی بھی ایسا نہ ملا جو اس کے مقصد کو پورا کر سکتا ہو۔ وزیر کو خیال آیا کہ اسی شہر میں ایک عالمہ اور زاہدہ خاتون محترم بھی ہیں چل کر وہاں قسمت آزمائی کی جائے۔ چنانچہ جس وقت وزیر ان کے پاس پہنچا ان خاتون محترم نے وزیر کے سوال کرنے سے پہلے ہی فرمایا کہ فلاں جگہ پر ایک ایسا شخص ہے جس سے تو اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ جب وریز ان عارفہ

کے بتلائے ہوئے پتہ پر پہنچا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک ایسا شخص موجود ہے جس کے نہ ہاتھ ہے، نہ پیر، نہ آنکھیں، بالکل اپاہج۔ وزیر نے سوچا کہیں ان خاتون محترم نے مذاق تو نہیں فرمایا۔ پھر ان کے پاس لوٹ کر آیا اور کیفیت بیان کی۔

ان عارفہ نے فرمایا کہ اے وزیر! بادشاہ کو اس شخص کے ہاتھ پیر آنکھ سے تو کوئی مطلب نہیں۔ کام زبان سے ہے اور زبان اس کے منہ میں موجود ہے۔ اے وزیر! تو اسی شخص کو بادشاہ کے پاس لے جا، اس لیے کہ وہ ایک انتہائی عجیب اور عمدہ بات جانتا ہے چنانچہ وزیر اس کو ہودج میں بٹھا کر مامون رشید کے پاس لے گیا۔

مامون رشید نے اس سے سوال کیا کہ اے شخص! تم ایسے ہی اپاہج پیدا ہوئے ہو یا بعد میں کسی حادثہ کے سبب تم میں یہ عیوب پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین! یہ سب ایک حادثہ کا نتیجہ ہیں۔ میں ایک بہت مالدار تاجر تھا میرے پاس ایک بحری جہاز بھی تھا جس کے ذریعہ میں دوسرے ممالک میں تجارت کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے جہاز میں مال لادا، میرے ساتھ ایک ہزار مسلمان مرد بھی تھے ہم لوگ روانہ ہوئے۔ ایک دن اچانک ایک چٹان سامنے آئی جہاز اس سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ سب لوگ ڈوب گئے میں نے کسی صورت سے ایک تختہ کا سہارا لے لیا۔ وہ تختہ موجوں کی روانی کے ساتھ کبھی دائیں اور کبھی بائیں بہتا رہا۔ ایک دن موجوں نے میرے تختہ کو ایک بہت بڑے پہاڑ کے سوراخ میں دھکیل دیا۔ میرا تختہ اس سوراخ میں پانی کے اوپر نہ جانے کب تک بہتا رہا۔

کچھ عرصہ کے بعد میں نے زمین کی صورت دیکھی لیکن وہ زمین ہماری زمین کی طرح نہ تھی بلکہ اس کا رنگ پیلا تھا۔ میں نے وہاں اتر کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو کچھ دور پر ایک مکان

نظر آیا۔ میں اس کی طرف چل دیا قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ ایک بہت وسیع آباد محل ہے۔ محل کے سامنے ہی ایک حوض ہے جس میں انتہائی صاف شفاف سفید پانی بھرا ہوا ہے اور اس حوض کے اوپر ایک شخص کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے اور اس کے سر پر لکڑیاں جل رہی ہیں، وہ شخص اس آگ میں جل رہا ہے اور چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ اس رب تعالیٰ کے نام پر جو رحمٰن و رحیم ہے کوئی پانی کا ایک گھونٹ پلا دے میں پیاس سے بے تاب ہوں۔

اے امیر المومنین! اس منظر کو دیکھ کر میں سخت خوفزدہ ہو گیا اور مجھ پر انتہائی ضعف طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رہی لیکن پھانسی پر چڑھے شخص کی حالت زار کو دیکھ کر مجھے بڑا ترس آیا۔ میں نے کہا: اے شخص! میں تجھے پانی پلاتا ہوں۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ ایک غیبی ندا سننے میں آئی کہ اے اللہ کے بندے! کیا تو عدو اللہ (اللہ کے دشمن) کو پانی پلائے گا۔ یہ سن کر میں ڈر گیا اور پانی پلانے کا ارادہ ترک کر کے محل میں داخل ہو گیا۔ محل کے اندر ایک جگہ ایک بہت بڑا گڑھا دیکھا جس میں آگ ہی آگ بھری ہوئی تھی اور اس میں بہت سے لوگ جل رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

"اس خداوند کریم کیلئے جو رحمٰن و رحیم ہے ہمیں اس آگ سے نکالو۔"

میں نے چاہا کہ ان لوگوں کو آگ سے نکال لوں لیکن یہ ارادہ کرنا ہی تھا کہ پھر وہی غیبی ندا سنائی پڑی گھبرا کر محل سے باہر نکل آیا۔ جس وقت اس سولی پر چڑھے ہوئے شخص کے پاس سے گزرا تو اس کی بے چارگی دیکھ کر بڑا ہی رحم آیا پانی لے کر پلانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ پھر وہی غیبی ندا سنائی دی:

"ہم نے تجھے پہلے بھی منع کیا تھا لیکن تو باز نہیں آیا ہم نے تجھے یہ سزا دی کہ تیرے اعضا ختم ہو جائیں گے۔"

پھر وہی ہوا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا۔ میرے ہاتھ پیر آنکھیں ختم ہو

گئیں اور ایک ندا سنائی دی کہ اگر تو چاہے تو یہ عذاب دنیا میں برداشت کر، ورنہ آخرت میں اسی طرح کے عذاب کو جہنم میں پسند کر لے۔ میں نے عرض کی: مجھے یہ عذاب اسی دنیا میں ہی دے دیا جائے۔ پھر میں نے اس پھانسی پر چڑھے ہوئے شخص اور آگ کے گڑھے میں جلنے والے لوگوں کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا کہ پھانسی پر لٹکنے والا یزید پلید ہے اور قیامت تک اسی طرح مبتلائے عذاب رہے گا اور آگ میں جلنے والے اس کے معاون و مددگار ہیں۔ اور لوگ ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے احکامات کی کوئی شان نہیں سمجھتے اور سنت رسول کو ضائع کرتے ہیں، اس کو ہلکا سمجھتے ہیں قیامت تک اسی طرح عذاب میں مبتلا رہیں گے اور قیامت میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا عذاب میں مبتلا رکھے گا۔

یہ واقعہ تھا جو میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ پھر ہزاروں دقتوں اور مشقتوں کے بعد گھر واپس آیا۔

دوزخ کا سانپ:

دوزخ میں ایک بہت بڑا سانپ ہے جس کو شدید کہتے ہیں ہر روز وہ ستر مرتبہ لرزتا ہے اور اس کے جس سے زہر ٹپکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرماتا ہے: کہ اے شدید کیا چاہتا ہے۔ شدید عرض کرتا ہے کہ اے رب قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ کو مجھے دے دے میں ان پر اپنا زہر ڈالوں۔ اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے۔ اے شدید ٹھہر کہ قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ کو میں تیرے حوالہ کروں گا کہ تو جس طرح چاہے ان کو عذاب دے۔

بدبودار منہ:

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص برابر میرے پاس آتا تھا کہ مجھ سے مسائل شرعیہ سیکھے۔

لیکن اس کے منہ سے ایسی سخت بدبو آتی تھی جس کا برداشت کرنا بہت دشوار تھا۔ ایک دن میں نے اس سے اس بدبو کے متعلق پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تیرے منہ سے ایسی نفرت انگیز بدبو آتی ہے۔ وہ شخص انتہائی شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو دریائے فرات پر اس لیے پہرہ دے رہا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں پانی کا ایک قطرہ جانے پائے۔

واقعہ کربلا کے بعد ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور میں سخت پیاس کے عالم میں ہوں، چاروں طرف پانی تلاش کرتا ہوں لیکن پانی نہیں ملتا، اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ وحضرت حسن وحضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و چند دیگر اکابر صحابہ کرام حوض کوثر کے کنارے بیٹھے ہیں اور سامنے کچھ کھڑے ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو پیاسوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں۔ میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص ان لوگوں میں ہے جو دریائے فرات پر اس لیے پہرہ دے رہے تھے کہ آپ کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں پانی کا ایک قطرہ نہ جانے پائے۔ یہ سنکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسقواہ قطرانا" اس کو قطران پلا دو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے قطران پلا دیا۔ خواب میں قطران کا پینا تھا کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت سے یہ بدبو میرے منہ میں پیدا ہو گئی اور ہر وقت یہ بدبو رہتی ہے۔ یہاں تک میں جو چیز بھی کھاتا ہوں قطران بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن کر مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی اور میں نے اس کو سختی کے ساتھ منع کر دیا کہ آئندہ اب میرے پاس مت آنا۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور چند ہی دنوں کے بعد ذلت کی موت مر گیا۔

سور جیسا منہ:

ابو المفاخر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو لوگوں نے حرم کعبہ شریف میں دیکھا کہ اس کے چہرے پر نقاب ہے اور وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور طواف کرتے وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے بخش دے حالانکہ تو مجھے نہ بخشے گا۔ حرم کعبہ شریف کے مشائخ نے اس سے کہا اے شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امیدی کفر ہے تو کتنا بڑا گناہگار سہی مگر اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اس شخص نے کہا کہ اے لوگو! آؤ میرا قصہ سنو تا کہ جان لو کہ میری نا امیدی کی وجہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سنا۔ اس نے کہا میں اس لشکر میں شامل تھا جس نے میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے اور امام عالی مقام کی شہادت کے بعد میں ان سواروں کے ساتھ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ملک شام لے جا رہے تھے ہم لوگ پچاس آدمی تھے جو شہداء کرام کے سروں کی نگہبانی پر مامور تھے ہمارے ساتھیوں کا معمول تھا کہ رات میں شہداء کرام کے سروں کو درمیان میں رکھ کر چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے اور شراب نوشی کیا کرتے اگرچہ میں ان سے دور رہتا اور کبھی کبھی اپنی اس بدحالی پر افسوس بھی کرتا تھا۔ ایک رات میرے تمام ساتھی شراب نوشی کے بعد بدمست ہو کر سو گئے میں جاگ رہا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ سر پاک امام حسین رضی اللہ عنہ پر ایک نورانی خیمہ تنا ہوا ہے اور چند نورانی صورتیں فضا میں نظر آ رہی ہیں اور ایک شخص سبز لباس پہنے اور سفید عمامہ باندھے میرے سرہانے کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب فرشتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر میں انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک مبارک جماعت بھی تشریف لائی اور سب کے آخر میں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے۔ سب نے یکے بعد دیگرے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور پیار فرمایا۔ فرشتوں کی ایک جماعت جن

کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ سرکار نے انہیں اجازت دے دی۔ ان فرشتوں نے آگ کے گرزوں سے اونچاس آدمیوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ جب میرے قریب آئے تو میں نے فریاد کی' الامان یا رسول اللہ ﷺ! سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''دور ہو اللہ تجھے نہ بخشے'' لہٰذا اے لوگو مجھے یقین ہے کہ میری بخشش نہ ہوگی۔ لوگوں نے پوچھا کہ چہرے پر نقاب کیوں ڈال رکھی ہے۔ کہنے لگا اس خوفناک واقعہ کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے اپنے چہرے سے نقاب کو ہٹایا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بالکل سور جیسا ہو کر سیاہ ہو گیا ہے اور دانت انتہائی خوفناک طریقہ پر باہر نکلے ہوئے ہیں۔ مشائخ حرم نے اس سے کہا کہ اے شخص! جتنی جلد ہو سکے تو ہم سے دور ہو جا کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری وجہ سے ہم پر بھی کوئی بلا نازل ہو جائے۔ اس شخص نے چہرہ پر نقاب ڈالی اور روانہ ہو گیا۔ ابھی دس قدم ہی چلا ہو گا کہ بجلی کی تیز چمک ظاہر ہوئی اور اسے جلا کر خاک کر دیا۔

کوفہ کا دار الامارت:

عبد الملک ابن عمر لیثی کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے اس دار الامارت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے رکھا دیکھا۔ اس کے بعد اسی جگہ عبید اللہ ابن زیاد کا سر مختار بن عبید ثقفی کے سامنے رکھا دیکھا اس کے بعد اسی جگہ مختار بن عبید ثقفی کا سر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا دیکھا۔

کہتے ہیں کہ جب میں نے عبد الملک بن مروان سے ان واقعات کا ذکر کیا تو وہ کانپنے لگا۔ اور فوراً ہی دار الامارت سے باہر نکل کھڑا ہو گیا۔ اور دار الامارت کی جانب دیکھ کر کہنے لگا کہ اب اس مکان کو پانچواں سر دیکھنا نصیب نہ ہو اور یہ کہہ کر دار الامارت کو مسمار کرا دیا۔

یہ تو یزید اور اس کے متبعین کی دنیاوی سزا کا اجمالی تذکرہ تھا باقی رہا آخرت

کے عذاب کا عالم کیا ہوگا اور اس کی کیفیت کیا ہوگی اس کا علم اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ البتہ اس دنیاوی عذاب کے عالم کو دیکھ کر آخرت کے عذاب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور وہاں کے دردناک عذاب کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

............☆☆☆............

ملک محبوب الرسول قادری

نوری کتب خانہ نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

سوانح کربلا

صدر الافاضل محمد سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ

نوری کتب خانہ ۔ لاہور